النار الحامیہ لمن ذم

المعاویہ

تالیف لطیف

حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ

(مؤلف تفسیر نبوی)

ترتیب و تہذیب

حضرت پیرزادہ اقبال احمد فاروقی مدظلہ العالی

مکتبہ نبویہ

گنج بخش روڈ ○ لاہور

فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین

النار الحامیہ لمن ذم

المعاویہ

تالیف لطیف

حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ

(مؤلف تفسیر نبوی)

ترتیب و تہذیب

حضرت پیرزادہ اقبال احمد فاروقی مدظلہ العالی

ناشر

مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ لاہور

نام کتاب	....	"النار الحامیہ لمن ذم المعاویہ"
مصنف	....	حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ
موضوع	....	احوال و مقامات سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
سال طباعت اول	....	۱۳۵۷ھ بمطابق ۱۹۳۷ء
زیر اہتمام	....	حضرت پیر عبد الخالق فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ
سال طباعت ثانی	....	۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۰۰۰ء
ترتیب نو	....	محمد عمر خان
کمپوزنگ	....	ایم یو کمپوزنگ سینٹر، سمن آباد، لاہور
طابع	....	.... پرنٹرز، لاہور
ناشر	....	مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور
قیمت	....	۹۶/= روپے

..... اہتمام .....

مکتبہ نبویہ : گنج بخش روڈ، لاہور۔

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

یہ کتاب " النار الحامیہ لمن ذم المعاویہ " حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ (۱۸۶۰ھ / ۱۹۴۴ء) مولف " تفسیر نبوی " کی تالیف لطیف ہے۔ آپ نے اسے ۱۹۳۶ء میں مرتب فرما کر زیور طباعت سے آراستہ فرمایا تھا۔ اس کا پہلا ایڈیشن چھپا تو اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر کئی ارباب علم و قلم آگے بڑھے جنہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال و مقامات پر کتابیں لکھیں۔ برصغیر پاک و ہند میں علمائے اہلسنّت کا ایک ایسا طبقہ تھا جو یہ محسوس کرتا تھا کہ کئی سنی لوگ شیعوں' رافضیوں اور معاندین صحابہ کرام کی غلط بیانیوں سے متاثر ہو کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق سست باتیں کرنے لگے ہیں۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آگے بڑھ کر حضرت ابوسفیان' حضرت طلحہ' حضرت زبیر اور حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کی کردار کشی کرنے لگے ہیں۔ یہ ایک دینی فتنہ تھا جو عام لوگوں سے گزر کر خانقاہوں' پیرخانوں اور سنی سادات کے گھرانوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لینے لگا تھا۔ اس کتاب کے آنے کے بعد سنیوں کے اندر سوچنے کا انداز پیدا ہوا۔ چنانچہ بہت سے علمائے اہلسنّت نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل 'کردار

اور دینی خدمات پر قلم اٹھایا۔ سنی علمائے کرام کے علاوہ دیوبندی مکتب فکر کے کئی اہل قلم بھی آگے بڑھے اور اس موضوع پر کتابیں اور رسالے لکھے۔ دوسری طرف شیعہ اور رافضی قلمکار بھی اپنے افسانوں' الزامات اور مطاعن کو لے کر میدان میں آئے اور اپنے لوگوں کو سہارا دینے لگے۔

حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی رحمتہ اللہ علیہ' مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ اور مرید و مجاز تھے۔ وہ اعتقادیات پر بہت کام کر چکے تھے۔ وہ "تفسیر نبوی" میں ان موضوعات کو بڑی تفصیل سے بیان کر چکے تھے۔ ان کے سامنے دینی فتنوں کا ایک طوفان تھا جس نے برصغیر پاک و ہند کی اعتقادی دنیا کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اسلام کی حقانیت' مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور صحابہ کرام کے مقامات اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے مسلک کے خلاف کئی قسم کی آوازیں اٹھنے لگی تھیں۔ فاضل مولف نے دیکھا کہ کئی سنی پیرخانوں کے صاحبزادگان بھی شیعوں کے پراپیگنڈے سے متاثر ہیں اور ان کی دیکھا دیکھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھتے ہیں۔

آپ نے یہ کتاب لکھی اور اپنے پیرخانہ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی علی پوری رحمتہ اللہ علیہ کے خدمت میں پیش کی۔ حضرت لاثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اسے پسند فرمایا۔ منظوری کے بعد کتاب کی کتابت' طباعت اور اشاعت کا آغاز کیا اور یہ کتاب ۱۹۳۶ء میں آپ کے مرید صادق پیر عبدالخالق فاروقی مرحوم کے زیراہتمام چھپی۔ یہ کتاب شائع کیا ہوئی سارے پنجاب میں علمائے اہلسنّت نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور فاضل مولف کے اس اقدام کو سراہا۔ آپ کی اس کتاب سے حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ علیہ (صاحب تفسیر نعیمی و جاء الحق) جیسے عالم دین بھی متاثر ہوئے چنانچہ انہوں نے حضرت سید معصوم شاہ صاحب نوری رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین چک سادہ ضلع گجرات

کے زیر اہتمام ۱۳۷۵ھ میں "حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ" شائع کر کے رافضیوں کے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیا اور سنیوں کا سر بلند کر دیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ جنہوں نے کئی سال تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں رہ کر تربیت پائی، کاتب وحی کے منصب پر فائز رہے، حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی فرامین اور مکتوبات کی املا اور کتابت کا شرف حاصل کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اپنی امت کے لئے "ہادی" اور "مہدی" قرار دیا۔

حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کنیت ابو عبد الرحمٰن تھی۔ آپ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں والد اور والدہ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خانوادہ کی عالی قدر شخصیت عبد مناف سے جاملتا ہے۔ عبد مناف سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چوتھے دادا ہیں۔ اس طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ظہور نبوت کے آٹھویں سال مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور ۶۰ ہجری میں فوت ہوئے، اس طرح آپ نے ۷۸ سال زندگی پائی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کے بعد مکہ ہی میں رہے مگر صلح حدیبیہ کے موقعہ (۷ ہجری) پر دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔ مکہ مکرمہ میں دشمنان اسلام کے غلبہ کی وجہ سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح آپ بھی مسلمان ہونے کا اعلان نہ کر سکے۔ فتح مکہ کے دن آپ نے اعلانیہ اپنے اسلام کا اظہار کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔ آپ کی بہن ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں۔ اس طرح آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسبی اور سسرالی رشتہ میں اہم قرابت رکھتے

تھے۔ حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو اسی رشتہ کی وجہ سے " خال المومنین " اہل ایمان کا ماموں کہا ہے۔

اگرچہ شیعہ حضرات نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ شیعہ تاریخ نگار صرف آپ کی عظمت کو کم کرنے کے لئے یہ بات کہتے ہیں۔ (حالانکہ فتح مکہ کے بعد بھی اسلام لانے والے باعظمت صحابہ میں شمار ہوتے ہیں) مگر حقیقت یہ ہے کہ آپ فتح مکہ سے بہت پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے پہلا عمرہ ادا کیا تھا تو آپ کو مروہ کے دامن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے بال کاٹنے کا اور حجامت بنانے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ یہ عمرہ قضا صلح حدیبیہ کے ایک سال بعد ۸ ہجری میں ادا کیا گیا تھا۔ ہاں فتح مکہ کے دن آپ کی محبت اور خدمت کے پیش نظر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے آپ کو خصوصی انعام و اکرام سے نوازا تو کئی صحابی رشک کرنے لگے۔ جبکہ آپ کے والد ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے جو نو مسلم تھے "مولفتہ القلوب" فنڈ سے بے پناہ دولت پائی۔

فتح مکہ کے بعد آپ مدینہ منورہ میں آ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی مجالس اور قربت میں رہنے لگے۔ آپ کی ہمشیرہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی زوجہ محترمہ تھیں۔ آپ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ہوتے' وحی نازل ہوتی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتابت کے لئے حکم دیتے۔ سربراہان مملکت کو فرامین جاری فرماتے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے لکھواتے۔ آپ کی خدمات سے خوش ہو کر دعاؤں میں یاد فرماتے۔ "ہادی" اور "مہدی" کہتے۔ علوم وراثت و فرائض میں ماہر قرار دیتے۔ راویان احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کا اسم گرامی آتا ہے۔ آپ مجتہد تھے' فقیہ تھے اور زبردست عالم دین تھے۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ کو اعلم امتی و اجودھا قرار دیا تھا۔ اور " صاحب سری معاویہ ابن ابی سفیان " کہا (معاویہ میرے رازدان ہیں)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وصال کے بعد جب فتوحات اسلامیہ کا سلسلہ پھیلا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں سارا عراق اور شام اسلامی فتوحات میں آگیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو شام و عراق کا امیر بنایا۔ آپ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سارے عہد خلافت میں اسی منصب پر قائم رہے۔ پھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت آیا تو آپ اسی منصب پر فائز تھے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کا زمانہ خلافت آیا تو آپ شام کے امیر تھے۔ اس طرح آپ بیس سال تک عراق و شام کی گورنری کے عہدہ پر فائز رہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص کے مطالبہ پر کشیدگی بڑھی تو آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مرکزی حکومت سے علیحدگی کا اعلان کر دیا اور اور شام کے مستقل امیر بن گئے۔ اس سلسلہ میں جنگ صفین اور جنگ جمل کے ناگوار واقعات سامنے آئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی وفات کے بعد حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت اسلامیہ پر تشریف لائے تو ملکی حالات بڑے خراب ہو چکے تھے۔ انتشار اور اختلافات کی فضاء پیدا ہو چکی تھی۔ مسلمان مسلمان کے خلاف تیغ آزما ہو رہا تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کی عظیم الشان سلطنت کو محفوظ کرنے کے لئے انتشار اور افتراق کی فضا کو ختم کرنے کے لئے ایک اہم قدم اٹھایا اور آگے بڑھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مصالحت کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور صلح نامہ کی روشنی میں خود خلافت سے دستبردار ہو کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام مملکت اسلامیہ کا امیر مقرر کر دیا۔ اس طرح آپ

بیس سال تک خلافت راشدہ کے زیر کمان امیر شام رہے۔ خلافت راشدہ کے بعد مزید بیس سال تک عالم اسلام کے تمام ممالک کے امیر رہے۔ آپ نے ۴ رجب المرجب ۶۰ ہجری کو دمشق میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر ۷۶ سال تھی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک زبردست منتظم سلطنت' بلند پایہ سیاسی رہنما اور مشکل حالات کا مقابلہ کرنے والے جری انسان تھے۔ آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ صرف تربیت پائی بلکہ حضور ﷺ کی ذات پاک سے عشق رکھتے تھے۔ وفات سے پہلے وصیت کی کہ میرے پاس نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناخن مبارک ہیں' غسل اور کفن کے بعد یہ ناخن میری آنکھوں کی پلکوں کے اندر رکھ دیئے جائیں۔ میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کے کچھ بال ہیں وہ میرے چہرے کے اوپر رکھے جائیں۔ مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قمیص عطا فرمائی تھی' اس سے میرا کفن بنایا جائے۔ میرے پاس حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک چادر ہے اس میں مجھے لپیٹا جائے۔ میرے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تہبند ہے' مجھے اس میں سلایا جائے۔ اس طرح مجھے قبر میں رکھا جائے کہ جب میں اٹھوں تو حضور ﷺ کا دامن تھام کر اٹھوں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے پناہ سیاسی اور تنظیمی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ انہوں نے چالیس سالہ دور اقتدار میں اسلامی سلطنت کی بنیادوں کو مضبوط کیا' اسلامی لشکر کو مربوط کیا' فتوحات کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر کر دیا۔ اندرونی خلفشار کے باوجود انہوں نے اسلامی تعلیمات اور نظریات کو نہایت سختی سے نافذ کیا۔ آپ کے فضائل و کمالات میں کئی احادیث ریکارڈ میں موجود ہیں۔ محدثین' مورخین اور اعیان امت نے آپ کے

کمالات کو نہ صرف بیان کیا ہے بلکہ ہدیہ تحسین پیش کیا ہے۔ وہ مجتہد صحابی تھے۔ فقیہ امت تھے اور صحابہ رسول اللہ ﷺ میں ایک بلند مقام پر فائز تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفائے راشدہ کے بعد ایک اعلیٰ صفات حکمران تھے۔ ہر شخص آپ کے انداز حکمرانی اور مخلوق خدا کی نگہبانی کا قائل تھا۔ خلافت راشدہ کے بعد ان کا دور حکومت خلافت راشدہ کا سایہ مانا جاتا ہے۔ مگر جب کسی نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ حضرت معاویہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے کون افضل ہے تو آپ نے بلا ٹوک فرمایا کہ معاویہ کے گھوڑے کی ناک کا غبار عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے اعمال سے ہزار گناہ زیادہ اچھا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول تھے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے، حضور ﷺ کے خطابات یافتہ تھے، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان لا کر آپ کے پیچھے نمازیں پڑھیں، آپ کی قیادت میں حج و عمرہ کیا۔ کاتب وحی تھے۔ حامل فرامین مصطفیٰ ﷺ تھے، بڑے سے بڑا غیر صحابی ان کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت گیر خلیفۃ المسلمین تھے۔ آپ اپنے امراء اور گورنروں کو ذرا سے غلطی اور کوتاہی پر معزول کر دیا کرتے تھے۔ کسی بڑی سے بڑی شخصیت کو دینی معاملات میں معاف نہیں کرتے تھے۔ حضرت خالد بن ولید، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے اہم صحابہ کو معزول کر دیا مگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے زمانہ خلافت میں اپنے عہدہ پر قائم رکھا اور ان کے انتظام اور انصرام کی تعریف کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باہمی اختلافات اظہر من الشمس ہیں صرف اختلافات ہی نہیں باہمی جنگیں بھی ہوئیں اس کے باوجود سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اعلان کیا کہ حضرت معاویہ

رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کے نیچے لڑنے والے تمام جنتی ہیں۔ ہمارے مقتول جنتی ہیں اور معاویہ اخواننا بغو علینا " معاویہ ہمارے بھائی ہیں مگر انہوں نے بغاوت کی"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شام کے دورے پر گئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کی شان و شوکت اور دربار امارت کا جاہ و جلال دیکھ کر فرمایا کہ " معاویہ ہمارے عرب کا کسریٰ ہے " حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سات ماہ مسند خلافت پر رہے آخر آپ کے حق میں دستبردار ہو گئے اور ساری زندگی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وظیفہ امارت اور نذرانہ حکومت پر بسر کی۔ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاسق و فاجر ہوتے تو حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی ان کی اطاعت نہ کرتے اور نہ ہی وظیفہ لیتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شہزادے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل کی تعریف فرمائی تھی۔ کہ میرا بیٹا سید ہے اس کی کوشش سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح اور امن ہو گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی حدیث نبوی تھے۔ آپ نے سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی وساطت سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ اسی طرح جلیل القدر صحابہ اور محدثین نے آپ کی روایات کو نقل کر کے اسلام کی علمی تاریخ میں ایک اہم باب کا اضافہ کیا ہے۔ آپ کی روایت کردہ ۱۶۴ احادیث مبارکہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، بیہقی، طبرانی، ترمذی اور موطا امام مالک میں موجود ہیں۔ اور آج یہ روایات احادیث کے ذخیرہ میں اہل علم و فضل کی راہنمائی کر رہی ہیں۔

آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے دوران قصاص عثمان رضی اللہ عنہ پر احتجاج کیا۔ یہ ایک ایسا معاملہ تھا جس پر آپ سے اختلاف کیا جاسکتا تھا۔

مگر شیعہ مورخین یزید کی بدکرداری بیان کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نشانہ تنقید بناتے رہتے ہیں۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہتے رہتے ہیں۔ حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کی زبانوں کا نشانہ ہیں۔ پھر یہ بغض کے بھرے ہوئے شیعہ ذاکر، مورخ اور واعظ بے سروپا کہانیاں گھڑ گھڑ کر لوگوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ اس گمراہ کن پراپیگنڈہ کے اثرات سے امت مصطفیٰ میں رافضی اور شیعہ فرقے کو فروغ ملا اور آج امت رسول ﷺ دو فرقوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔ اہلسنّت کی فضیلت کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کے دلوں میں بغض معاویہ بھرا ہوا ہے اور اب یہ بغض بعض سنی پیرزادوں، سجادہ نشینوں، جاہل گدی نشینوں اور بے علم پیروں تک جا پہنچا ہے۔ ہمارے فاضل مولف مولانا محمد نبی بخش حلوائی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کتاب کو لکھا، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کردار کو بیان کیا، صحابہ کرام کی فضیلت اور عظمت کو بیان کیا اور سلیم القلب لوگوں کو دعوت مطالعہ دے کر ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔

مولانا محمد نبی بخش حلوائی رحمتہ اللہ علیہ نے "النار الحامیہ لمن ذم المعاویہ" کی طباعت اپنی زندگی کے آخری ایام میں کرائی تھی۔ ان دنوں آپ ضعف بصری کی وجہ سے پروف ریڈنگ نہ کر سکے۔ کاتب بھی نیم خواندہ تھا، بہت سی املائی اغلاط رہ گئیں۔ آپ نے تصحیح اغلاط نامہ چھپوا کر کتاب کے آخر میں لگا دیا مگر بات نہ بنی۔ ہم نے آج کے قارئین کی آسانی کے لئے کوشش کی ہے کہ بعض مقامات پر زبان و بیان میں نظرثانی کے ساتھ نیا ایڈیشن پیش کیا جائے۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ انصاف پسند قارئین اس کتاب کو پسند فرمائیں گے۔ ہماری نظرثانی کے اقدام کو پسند فرمائیں گے اور اس نئے ایڈیشن کو پسند کریں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم☆

الحمد للہ الذی اوجب علی الکافۃ تعظیم اصحاب نبیھم و آلہ المصطفین الخیار و اشھد ان سیدنا محمداً عبدہ و رسولہ النبی المختار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و علی آلہ و اصحابہ صلوٰۃً و سلاماً یتعاقبان تعاقب اللیل والنہار ○

امابعد ہم اہل اسلام خصوصاً اہلسنّت و الجماعت پر واضح کرنا فرض منصبی سمجھتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں صحابہ کرام سے بغض رکھنے والے گندم نما جو فروش بعض علماء اور پیرزادے اہلسنّت والجماعت کے لباس میں عام مسلمانوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں اور صحابہ کرام' ازواج مطہرات خصوصاً سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق سست گفتگو کر کے ناواقف مسلمانوں کو مکرو فریب کا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا تھا ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نشاید داد دوست

حرف درویشاں بدزدد مرد دوں تا فریبد مرغ را آں زان فسوں

آج دنیا میں بے شمار شیطان صفت لوگ انسانی لباس میں موجود ہیں۔ لہٰذا ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہئے۔ آج بہت سے شیخ صورت اللہ

تعالٰی کے پاک درویشوں کے الفاظ اور کلمات چرا کر ایسا جال بچھاتے ہیں جس سے سادہ لوح پرندے پھنس جائیں۔

ان میں سے کئی لوگ اہلسنّت مصطفوی کے خیر خواہ بن کر بعض صحابہ رسول ﷺ پر طعن و تشنیع کرتے رہتے ہیں۔ ان کی زبان درازی سے اہلسنّت والجماعت کی اکثریت متاثر ہو رہی ہے۔ رافضی اور شیعہ تو اعلانیہ صحابہ کرام کو کافر، ملعون، مرتد، فاسق اور غاصب کہتے پھرتے ہیں۔ جب علمائے کرام ان کی ایسی بدزبانی کا نوٹس لیتے ہیں وہ اپنی خصوصی چال "تقیہ" کو سامنے لے آتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ایسے لوگ رافضی ہیں، شیعہ ہیں اور جو لوگ صحابہ کرام سے بغض رکھ کر سید کہلاتے ہیں وہ امت رسول ﷺ کے سید نہیں ہو سکتے۔ وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ وہ نص قرآنی کا برملا انکار کرتے جاتے ہیں۔ لیغیظ بھم الکفار صحابہ کرام سے کافر ہی بغض رکھتے ہیں۔ ان میں سے اکثر مولوی اور پیر بھی ہیں۔ جو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ، حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالٰی عنہ پر بدزبانی کرنے کے بعد اہل بیت مصطفٰی ﷺ اور ازواج النبی ﷺ کو بھی نشانہ تنقیص بناتے ہیں۔ ان لوگوں کا خصوصی نشانہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں۔ یہ لوگ آپ سے سخت بغض اور عداوت رکھتے ہیں۔ ایسے سنی لوگ شیعوں کی بنائی ہوئی کہاوتوں اور دشمنان صحابہ کے گھڑے ہوئے افسانوں سے متاثر ہو کر گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ شیعوں کی بنائی ہوئی جھوٹی رام کہانیاں جو قرآنی آیات، احادیث نبوی اور اسلامی تاریخ کے بالکل برعکس ہیں کو سن کر غلط انداز اختیار کر لیتے ہیں۔

ان حالات میں مولف کتاب (محمد نبی بخش حلوائی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ مولف تفسیر نبوی) اہل اسلام کی خیر خواہی کے لئے قلم اٹھا رہا ہے اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ پر اعتراضات کرنے والوں، شبہات میں مبتلا کرنے

والوں اور پھران پر مطاعن کرنے والے زبان درازوں کے سامنے اصل حقائق سامنے لا رہا ہے۔ یہ کتاب مسمی بہ " النار الحامیہ لمن ذم المعاویہ " کی تالیف و طباعت کا اہتمام کر رہا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراضات کا جواب دینے کے علاوہ ان کے مناقب و فضائل کو بیان کر رہا ہے تاکہ آپ کے مقام و منصب کو جاننے کے بعد لوگ رافضیوں کے مکر و فریب سے بچ جائیں۔ مولف کا اپنا عقیدہ یہ ہے صحابہ کرام اور اہلسنّت عظام تمام کے تمام سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے خصوصی برگزیدہ افراد ہیں۔ مولف کے نزدیک تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے افضل خلفائے راشدین ہیں۔ خلفائے راشدین میں بھی بہ ترتیب خلافت "خیرالقرون قرنی" کی روشنی میں خلفائے اربعہ کے ناموں کے آخری حرف میں ان کی افضلیت اور منصب کو تسلیم کرتا ہے۔ (قرنی کے الفاظ سے خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر' خلیفہ دوم سیدنا عمرفاروق' خلیفہ سوم سیدنا عثمان غنی اور خلیفہ چہارم سیدنا علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں) ان حضرات اربعہ کے بعد سیدنا حمزہ و سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ ان کے بعد سیدہ فاطمتہ الزہرا' سیدہ خدیجہ کبریٰ پھر سیدہ عائشہ صدیقہ پھر سیدنا امام حسن و امام حسین' پھر عشرہ مبشرہ کے باقی حضرات ہیں جن میں حضرت سعد' حضرت سعید' حضرت زبیر' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

شکر حق را کہ آمدم بحساب — از محبان آل و ہم اصحاب

خصوص آں چہار عنصر دیں — خلفائے رسول حق بہ یقین

ہست ابوبکر اول آں چار — پیشوائے مہاجر و انصار

پس عمر آنکہ رائے او بہ صواب | یافت راہ موافقت بکتاب

بعدازاں معدن حیا عثمان | کامل الحلم و جامع القرآن

بعدازاں حامل لوائے نبی | شاہ مرداں حق علی و ولی

لب کشائم کنوں بنام بتول | جسم او جز و جسم پاک رسول

پس کنم ذکر آں دو قرت عین | دو جگر گوشہ نبی حسنین

بعد شان بارسول اقرب الناس | ہر دو عم اند حمزہ و عباس

پس ہمہ حاضران ہر سہ مکان
احد و بدر و بیعت الرضوان

ہمارے نزدیک جو شخص کسی صحابی یا اہل بیت کے کسی فرد کے خلاف توہین آمیز اور گستاخانہ بات کرے گا وہ اہلسنّت والجماعت سے کوئی تعلق نہیں رکھے گا۔ ہم ایسے شخص کو سنی تسلیم نہیں کرتے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے مکتوبات شریفہ کی جلد اول کے مکتوب نمبر ۵۴ میں فرماتے ہیں "بدعتی کی صحبت بد کا اثر کافر کی صحبت سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ تمام بدعتی فرقوں میں بدترین بدعتی وہ ہیں جو صحابہ رسول ﷺ سے بغض رکھتے ہیں۔ یہ قرآن پاک کی آیت کریمہ لیغیظ بھم الکفار کی روشنی میں کفار کی صفوں میں کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ شریعت مصطفیٰ ﷺ کی تبلیغ صحابہ کرام نے ہی کی تھی۔ اگر ان پر الزامات اور اعتراضات لگا دیئے جائیں تو قرآن اور شریعت کا مقام کیا رہ جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن پاک جمع کیا اگر ان پر خیانت اور بددیانتی کا الزام لگا دیا جائے تو قرآن پاک کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔"

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے ایک اور مکتوب جلد اول نمبر ۱۱۴ میں لکھتے ہیں کہ "اصل مقصود یہی ہے کہ اہلسنّت والجماعت کے عقائد پر عمل کیا جائے۔ اس دولت کے ساتھ استحسان کیا جائے تو کافی ہے ورنہ اس عقیدہ پر قائم رہنا ہی سلامتی کی علامت ہے۔ اگر یہ عقیدہ ہے تو سب کچھ ہے۔"

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ عقیدہ کی درستگی کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ اگر عقیدہ درست نہیں تو تمام اعمال، نمازیں، روزے، حج و زکوٰۃ حتیٰ کہ جہاد و قتال سب بے کار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام احادیث کی کتابوں میں "کتاب الایمان" کو اولیت حاصل ہے اور حدیث پاک کی ہر کتاب، کتاب الایمان سے شروع ہوتی ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ نے "تفسیر مظہری" میں تمام بد عقیدہ اور بدباطن فرقوں کو "فرقہ ضالہ" قرار دیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے صحیح العقیدہ پر قائم رہنے کی توفیق مانگتے ہیں اور باطل فرقوں اور بد اعتقاد طبقوں سے پناہ مانگتے ہیں۔

تفرقہ بازوں کی مذمت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا من فارق الجماعة شبراً فقد خلع ربقته الاسلام عن عنقه ○ "جس شخص نے بالشت بھر بھی اپنی جماعت میں تفرقہ پیدا کیا اس کی گردن اسلام کی رسی سے جدا ہو جاتی ہے۔" یعنی وہ دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔ اس حدیث پاک کو حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے مسلم شریف، سنن ابوداؤد اور مشکواۃ شریف میں دیکھا جاسکتا ہے۔

امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک اور حدیث کو بیان کیا ہے کہ جو

شخص اہل بدعت کا احترام کرتا ہے یا ان سے تعاون کرتا ہے وہ اہلسنّت والجماعت کے حلقہ سے نکل جائے گا۔ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ نے اس حدیث پاک کی روشنی میں لکھا ہے کہ علیکم باالجماعۃ والعامۃ تم پر لازم ہے کہ تم سب سے بڑی جماعت اہلسنّت سے وابستہ رہو۔

مشکوٰۃ شریف میں لکھا ہے کہ اتبعوا سواد الاعظم ہمیشہ سواد اعظم کے ساتھ چلو اور اسی کی اتباع کرتے رہو۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اہلسنّت والجماعت سے وابستگی کی تاکید کی ہے۔ "حقائق التنزیل" میں یہ لکھا ہوا ہے کہ بدعتیوں سے دور رہیں' ان سے انس و محبت سے پیش نہ آئیں' ان کی مجالس میں نہ جائیں' ان سے ہم پیالہ و ہم نوالہ نہ ہوں۔ جو شخص بدعتیوں سے میل جول رکھے گا یا دوستی کرے گا وہ نور ایمان سے محروم ہو جائے گا۔ ایمان کی حلاوت سے دور ہو جائے گا۔

معاندین کے اعتراضات کا جواب

کیا قرآن پاک میں کوئی ایسی آیت کریمہ موجود ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ گمراہ فرقوں سے میل جول نہ رکھا جائے! ہم اس سوال کے جواب میں قرآن پاک کی آیت کریمہ لا تقعدو بعد الذکری مع القوم الظالمین ○ "تم اس یاد آوری کے ساتھ ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ترک کر دو جو ظالم ہیں۔" یہ حقیقت ہے کہ اہلسنّت والجماعت کے علاوہ تمام گمراہ فرقے ظالم ہیں۔ اس موضوع پر ہم نے "تفسیر نبوی" جلد پنجم میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اسی طرح ہماری ایک دوسری تصنیف "اخراج المنافقین من مساجد المسلمین" اور "رسائل خمسہ" میں اس مسئلہ کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔

طحطاوی نے درالمختار کے حاشیہ پر لکھا ہے "آج کے دن اہلسنّت

والجماعت چار مذاہب پر مشتمل ہیں جو شخص ان چار مذاہب سے جدا ہو کر کسی دوسرے فرقہ میں شمولیت اختیار کرتا ہے وہ ظالم ہے' بدعتی ہے اور دوزخی ہے۔ ہم نے "طحطاوی" کی عبارت کا خلاصہ بیان کر دیا ہے۔ ہمیں ان لوگوں پر حیرت آتی ہے جو سید بھی ہیں' قادری بھی ہیں' فاروقی بھی ہیں اور مجددی بھی کہلاتے ہیں' پھر شیعوں اور رافضیوں سے رابطہ رکھ کر ان سے دوستی رکھتے ہیں۔ اس مسئلہ کو سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی معروف کتاب "غنیۃ الطالبین" میں وضاحت سے لکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اہل بدعت کے ساتھ مباحثہ کرنا یا گفتگو کرنا مناسب نہیں ہے۔ ان سے اختلاط و ملاقات نہیں کرنا چاہئے۔ ان سے سلام کرنا یا ان کے ساتھ کھانا کھانا نہایت ہی غلط طریقہ ہے۔ امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جو شخص اہل بدعت کو سلام کرتا ہے یا اس سے دوستی کرتا ہے وہ گمراہ ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کو سلام صرف آپس میں کرنا چاہئے تاکہ آپس میں اتحاد' ربط اور محبت زیادہ ہو۔ بدعتیوں کے ساتھ ہرگز نشست و برخواست نہ کی جائے۔ ان سے ملنے جلنے سے اجتناب کریں۔ ان کی خوشیوں میں شرکت نہ کریں۔ اگر وہ مریں تو جنازے پر نہ جائیں۔ مرنے کے بعد بھی جب ان کا ذکر ہو تو تعریفی کلمات سے پرہیز کریں۔ دل میں ان سے نفرت رکھیں۔ ایسے غیرت مند انسان کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سرخرو کرے گا اور بہشت میں سو درجات عطا فرمائے گا۔

جو لوگ ان بدعتی منافقین سے خندہ پیشانی سے پیش آتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہوتی ہے۔ ابن مغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اہل بدعت کے اعمال قبول نہیں فرماتا جب تک وہ بدعت سے توبہ

نہ کرے اس کے اعمال قبول نہیں کیئے جاتے۔"

حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جو شخص اہل بدعت سے دوستی رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اعمال ضبط کر دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی بدعتی راہ میں نظر آئے تو وہ راستہ چھوڑ دینا چاہئے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے ایک اور مقام پر فرمایا صحابہ کرام کو لعن طعن کرنے والے بدعتی کی نماز جنازہ بھی ادا نہیں کرنی چاہئے۔ اس پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے۔ وہ جب تک گناہ سے توبہ نہ کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا رہے گا۔

ابوایوب بجستانی رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حدیث رسول ﷺ سن کر یا سنت رسول ﷺ سے خبر پا کر یہ کہے کہ قرآن پیش کرو تو اسے کہنے دو، ایسا شخص گمراہ ہوتا ہے۔ اندریں حالات اہلسنّت و الجماعت کا عقیدہ ہی متوازن اور درست ہے۔ شیعہ صحابہ کرام کو برا بھلا کہہ کر بھی اپنے آپ کو سید کہلاتے ہیں۔ ایسے سیدوں سے میل جول حرام ہے۔ ان سے بیعت درست نہیں۔

اہلسنّت والجماعت کی فضیلت

"ریاض الناصحین" میں لکھا ہے کہ اہلسنّت والجماعت کے عقیدہ پر قائم ہونا بڑے اجر و ثواب کی بات ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید ○ "جس وقت امت میں انتشار اور فساد پھیل جائے اس وقت میری سنت پر عمل کرنا ایک سو شہیدوں کے ثواب کے برابر ہے۔" ایک دوسری روایت میں ایک ہزار شہیدوں کا ثواب لکھا گیا ہے۔

امام ناصرالدین سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اجماع امت کے فیصلوں پر عمل کرے گا وہ قیامت کے دن پل صراط سے بجلی کی رفتار سے گزر جائے گا۔ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہو گا۔ اس لئے یہ بات ضروری ہے کہ تاریکی اور فساد کے زمانہ میں دین و ایمان کی حفاظت کی جائے۔ ایسے مواقع پر بدعتی عام طور پر راہ راست سے پھسل جاتے ہیں۔ وہ نفسانی خواہشات کا شکار ہو کر اندھیری وادیوں میں بھٹک جاتے ہیں اور اپنی نفسانی خواہشات کا شکار ہو کر رہ جاتے ہیں۔

مشکواۃ شریف میں ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت موجود ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا من وقر صاحب بدعتہ "جو شخص اہل بدعت کی توقیر کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" ایک اور مقام پر فرمایا کہ میری امت کے بہتر فرقے ہو جائیں گے' یہ تمام کے تمام جہنمی ہوں گے صرف ایک فرقہ نجات یافتہ ہو گا (اہلسنّت و جماعت) صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! وہ کونسا فرقہ ہو گا؟ فرمایا جو ہمارے صحابہ کے راستے پر چلے گا۔

"مجمع العلوم" میں امام نجم الدین نسفی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دوستوں میں سے کسی کے ساتھ عداوت رکھنا ایمان سے محروم ہونا ہے۔ اسی روایت کو شیخ ابودقاق رحمتہ اللہ علیہ نے مختلف انداز میں بیان فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک انسان کے بدن میں تین سو ساٹھ رگیں ہوتی ہیں۔ اگر تین سو انسٹھ رگیں صحابہ کرام کی محبت میں قائم ہوں اور ان میں سے ایک رگ بھی ان سے عداوت رکھتی ہو تو مرتے وقت ملک الموت کو حکم دیا جائے گا کہ اس کی جان اس رگ کے راستے سے نکالی جائے جس میں میرے رسول کے صحابی کی عداوت تھی۔ وہ اپنی اس نحوست کی

وجہ سے عذاب کی موت مرے گا۔ آپ خیال کریں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابی سے دشمنی رکھنے کا یہ اثر ہے تو جو لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تین جلیل القدر پیارے صحابہ سے عداوت رکھتے ہیں ان کا کیا حشر ہو گا۔ شیعہ تو ایسے بد بخت ہیں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چند صحابہ کرام کو چھوڑ کر سارے صحابہ کے دشمن ہیں اور انہیں ملعون اور منافق کہتے ہیں۔

آج کل کے جاہل لوگ ایسے دشمنان صحابہ کرام کو سید کہتے ہیں اور انہیں ''شاہ جی'' کہہ کر احترام کرتے ہیں' سلام کرتے ہیں۔ ایسے لوگ گمراہ ہیں۔ انسان کے بدن کا کوئی عضو خراب ہو جائے تو ڈاکٹر اسے کاٹ کر علیحدہ کر دیتے ہیں تاکہ وہ دوسرے اعضاء کو متاثر نہ کرے۔ اسی طرح ملت اسلامیہ میں سے ایک فرد جو صحابہ کرام سے عداوت رکھتا ہے تو اسے ملت اسلامیہ سے مسترد کر دیا جاتا ہے۔ ایک سید رافضی ہو کر صحابہ کرام سے بغض و عداوت رکھتا ہو تو اسے ہرگز عزت نہیں ملنی چاہیے۔

صحابی رسول ﷺ کے فضائل و مقامات

صحابی وہ عظیم شخصیت ہے جس نے دولت ایمان حاصل کی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شرف زیارت حاصل کیا' پھر آخر تک اس ایمان و ایقان پر قائم رہا۔ ایسے صحابی کا درجہ تمام ائمہ امت اور اولیائے کرام سے اولیٰ اور اعلیٰ ہوتا ہے۔ صحابہ کرام کے احوال و مقامات پر اسلامی کتب کی ایک کثیر تعداد موجود ہے اور ہر زمانے اور ہر زبان میں ایسی کتابیں سامنے آتی رہتی ہیں جن میں صحابہ کرام کی عظمت تحریر ہوتی ہے۔ اسلامی تاریخ اور سیرت کی کتابیں' صحابہ رسول ﷺ کے فضائل و احوال سے بھری ہوئی ہیں۔ ان حضرات کے بلند مقام سے انکار کرنا قرآن و احادیث سے منکر ہونا ہے کیونکہ قرآن پاک کی آیات اور احادیث کی روایات صحابہ کرام کے فضائل کی شہادت دیتی ہیں۔

ان دنوں صحابہ کرام سے دشمنی کی بیماری ایسے مصنوعی سادات گھرانوں میں پھیل رہی ہے جو بلاسند اپنے آپ کو سید کہلانے کے مرض میں گرفتار ہیں۔ صحابہ کرام کا دشمن اصلی سید نہیں ہو سکتا۔ شیعہ اپنی من گھڑت کہانیوں اور موضوع احادیث و اخبار سے لوگوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ صحابہ کرام کے باہمی اختلافات اور جنگ جمل و صفین کے واقعات کو بہانہ بنا کر لوگوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ اہل ایمان ان واقعات پر خاموشی اختیار کر کے اپنے ایمان کو محفوظ رکھتے ہیں۔ ہم قرآن پاک سے ان آیات کریمہ کو درج کر رہے ہیں جن میں صحابہ کرام کے فضائل سامنے آتے ہیں۔

محمد رسول اللہ والذین معہ اشد آءعلی الکفار رحمآء بینھم تراھم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ رضواناً سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذالک مثلھم فی التورۃ و مثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطئہ فآزرہ فاستغلظ فاستوٰی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات منھم مغفرۃً واجراً عظیماً ○

"محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی صحابہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل اور محبت کرتے ہیں۔ تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے، سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل و رضا چاہتے۔ ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے۔ ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان ہیں۔ ان کی یہ صفت توریت میں ہے اور ان کی یہ صفت انجیل میں ہے۔ جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے، تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔"

تفاسیر میں لکھا ہے کہ معہ سے مراد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان کی بیعت نص شرعی سے ثابت ہے۔ جب فرمایا لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا حضور ﷺ نے جب اپنے دوست کو کہا فکر نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

بخاری شریف میں ایک حدیث پاک ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "اخی" اور "صاحبی" کے ناموں سے پکارا ہے۔ تم میرے بھائی ہو، تم میرے دوست ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساری زندگی حضور نبی کریم صلی

اللہ علیہ و آلہ وسلم کی غلامی میں صرف کر دی' ہر موقعہ پر جانثاری کا حق ادا کیا۔ صحابہ کرام میں ایک درجہ "معیت" کا ہے یہ بہت بلند درجہ ہے' یہ درجہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بدرجہ اتم حاصل تھا۔ ہر مسلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی معیت حاصل ہونا چاہئے تاکہ اسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قربت کا اعزاز بھی حاصل ہو اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی غلامی کا شرف بھی۔

اشداء علی الکفار

قرآن پاک نے صحابہ کرام کے ایک وصف اشداء علی الکفار "یہ لوگ کفار پر نہایت شدید رویہ رکھتے ہیں" کو بڑی اہمت سے بیان فرمایا ہے۔ یہ صفت بدرجہ اولی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں پائی جاتی تھی۔ آپ کی شدت کا یہ عالم تھا کہ کفار تو ان کے سامنے دم بخود رہتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ کے لئے فرمایا کہ "عمر کے سائے سے شیطان بھی بھاگ جاتا ہے" ایک روایت میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس راہ سے گزرتے شیطان وہ راستہ چھوڑ کر بھاگ جاتا تھا۔

رحما بینھم

قرآن پاک نے صحابہ کرام کی ایک اور صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ آپس میں بڑے رحم دل تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رحم دلی' حلم و حیاء میں بے مثال تھے۔ ان کی رحم دلی کا یہ عالم تھا کہ جب باغیوں نے آپ کو گھیر لیا اور قتل کرنے کے درپے ہو گئے تو ایسے وقت میں بھی آپ نے رحم دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی خونریزی سے اجتناب کیا اور اپنی افواج کو ان سے لڑنے کا حکم نہ دیا حتیٰ کہ آپ شہید کر دیئے گئے۔

رکعاً سجداً

صحابہ کرام کی ایک صفت یہ تھی کہ وہ دنیا کے سارے معاملات میں مصروف رہنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رکوع و سجود میں کوتاہی نہ کرتے تھے۔ راتیں جاگ جاگ کر رکوع و سجود کرتے۔ اگرچہ یہ صفت تمام صحابہ کرام میں پائی جاتی تھی مگر امام الاولیاء سید الاتقیاء حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ آپ کی نماز' آپ کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ہستی لایزال میں فنا دکھائی دیتے تھے۔ آپ شدید تیغ زنی اور جہاد میں مصروفیت کے باوجود رات بھر اس کثرت سے نوافل ادا کیا کرتے تھے' اس عجز و نیاز سے عبادت کرتے تھے' اس سوز و گداز سے اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے تھے کہ آج تمام اولیائے امت آپ کے نقش قدم پر چل کر ولایت کا اعزاز حاصل کرتے ہیں۔

قرآن پاک صحابہ کرام کے اوصاف بیان کرتا ہے

یاد رہے کہ صحابہ کرام میں یہ اوصاف نہایت اولیت سے پائے جاتے تھے۔ غیر صحابی ہزاروں نمازیں ادا کرے' ہزاروں اعمال بجا لائے ایک صحابی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا اور کبھی صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کرام کو سب و شتم کرنے والے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ ہم یہاں " خلاصۃ التفاسیر " کا ایک اقتباس پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس موضوع کو " تفسیر احمدی " نے بھی اپنے (صفحہ ٦٦٧ ' مطبوعہ بمبئی) میں لکھا ہے۔

قرآن پاک کی آیت کریمہ میں صحابہ کرام کی خلافت کا تعین کر دیا گیا تھا اور ترتیب خلافت کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ صاحب " تفسیر کشاف " نے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت درج کی ہے۔ آپ نے فرمایا

کہ شطاءہ سے مراد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ فازرہ سے مراد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ فاستغلظ سے مراد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ فاستوی علیٰ سوقہ سے مراد شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

"تفسیر مدارک" میں لکھا ہے کہ "امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے قول وعداللہ الذین آمنو "اللہ نے مومنوں سے وعدہ فرمایا ہے۔" میں رافضیوں کے تمام دعووں کو مسترد کر دیا ہے۔ رافضی صحابہ کرام کی دشمنی کی وجہ سے کہتے ہیں کہ معاذاللہ تمام صحابہ کرام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد کافر ہو گئے تھے۔ "تفسیر حسینی" میں وعملوا الصالحات کی تفسیر کرتے ہوئے وضاحت کی گئی ہے کہ صحابہ کرام عمل صالح کو زندگی کا معمول بنائے ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتا ہے۔ رضی اللہ عنھم ورضواعنہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم ہو گئے۔

قرآن پاک کی بے شمار آیات ایسی ہیں جن میں صحابہ کرام کے فضائل واحوال بیان فرمائے گئے ہیں۔ ہم یہاں تفصیل سے بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ صحابہ رسول ﷺ کی عظمت و فضائل پر مشتمل ہے۔ قرآن و احادیث میں یہ بات ہر آیت اور حدیث میں متفقہ پائی جاتی ہے کہ صحابہ کرام نیکیوں کے سرچشمہ تھے اور انہیں ہمیشہ نیک الفاظ میں یاد کیا جائے۔ اگرچہ صحابہ کرام کے علاوہ امت رسول کریم ﷺ کے اولیاء' اتقیاء بھی قابل ستائش ہیں مگر صحابہ کرام کی شان منفرد اور ممتاز ہے۔

"تفسیر خازن" جلد چہارم اور "تفسیر روح المعانی" اور "ابن جریر" میں صحابہ کرام کی شان کو بڑی خوبی سے بیان فرمایا گیا ہے۔ ہم اس کا خلاصہ اور

ترجمہ لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

قرآن پاک کا ایک ایک لفظ صحابی کی تعریف کرتا ہے

یبتغون فضلا من اللہ رضوانا ○ میں تمام صحابہ کا ذکر آتا ہے۔ ان اوصاف میں تمام اہل ایمان بھی آتے ہیں جو قیامت تک آئیں گے۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں لیغیظ بھم الکفار سے مراد یہ ہے کہ تمام کفار صحابہ کرام سے بغض رکھتے ہیں۔ مگر مسلمان کہلانے والے رافضی بھی صحابہ کرام سے دشمنی میں بغض کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ جو شخص صحابہ کرام سے غیض و غصہ رکھتا ہے وہ کافر ہے۔ اکثر علمائے کرام نے اپنی تفاسیر میں اس آیت میں ایسے رافضیوں کا ذکر کیا ہے جو صحابہ سے بغض رکھتے ہیں۔

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے ایک شخص نے صحابہ کرام کی تنقیص کی تو آپ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ صبح کے وقت صحابہ کرام سے بغض رکھنے والا انسان شام تک اپنا ایمان سلامت نہیں رکھ سکتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت اس انداز میں بیان کی گئی ہے جسے حاکم نے بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے لیغیظ بھم الکفار تو صحابہ کی بڑی اعلیٰ صفت ہے۔ ان صحابہ کرام کو کفار برا سمجھتے ہیں' آج رافضی بھی کفار کے نقش قدم پر چل کر صحابہ رسول کے خلاف کہانیاں بیان کرتے رہتے ہیں۔

"تفسیر روح البیان" (صفحہ ۱۶۸' جلد ۷) "تفسیر درمنثور" (صفحہ ۸۳' جلد ۵' مطبوعہ مصر) میں صحابہ کرام کے مفصل فضائل لکھے گئے ہیں۔ جن کا آخری فقرہ یہ ہے کہ وعد اللہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات یہ آیت کریمہ تمام صحابہ کرام کے متعلق ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رحمتہ اللہ علیہما اپنی "تفسیر عباسی" میں اس آیت کریمہ کے تحت صحابہ کے بے شمار

اوصاف بیان فرماتے ہیں وعملوا الصالحات میں اہل بیت اور صحابہ کرام دونوں شامل ہیں۔

تفسیر ابن جریر' ابن کثیر' سراج المنیر' تفسیر کبیر' تفسیر نیشاپوری' تفسیر رحمان' تفسیر روح البیان' تفسیر ابو مسعود' تفسیر معالم التنزیل' میں اس آیت کریمہ کے تحت صحابہ کرام کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ ان صحابہ سے بغض کرنا' طعن و تشنیع کرنا ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔

السابقون الاوّلون من المهاجر

اگرچہ امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تمام طبقے جنت کے مختلف مدارج میں ہوں گے مگر صحابہ کرام میں سابقون الاولون کا جو مقام ہے وہ کسی کو حاصل نہیں۔ ان صحابہ میں خصوصی طور پر وہ مہاجرین جنہوں نے سب کچھ لٹا کر دین اسلام کو اپنایا اس صفت سے موصوف ہیں اور جنت کے وارث ہیں۔ یہ صحابہ تمام امت کے امام ہیں۔ تمام امت کے پیشوا ہیں۔ وہ سابقیت کے اعزاز سے نوازے گئے تھے۔ وہ اولیت کا شرف حاصل کئے ہوئے تھے۔ مہاجرین و انصار کا ایک گروہ ان سابقون میں شمار ہوتا ہے۔ پھر تمام مہاجر اور انصار صحابہ سابقون اولون میں شمار کئے گئے ہیں۔ ان صحابہ سے نہ کوئی اول ہو سکتا ہے نہ سابق' بلکہ صحابہ کرام کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

حدیث پاک میں آیا ہے ایک صحابی اگر ایک سیر خیرات کرتا ہے تو غیر صحابی اگر ایک پہاڑ کے برابر بھی خیرات کرے تو اس کے رتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ صحابہ کرام کے افعال و اقوال واجب الاتباع ہیں۔ ان سے انکار کرنا کفر ہے۔ ان کے باہمی اختلافات کو بہانہ بنا کر ان سے دشمنی لینا کفر کی علامت ہے۔ بعض لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ اور دوسرے صحابہ کرام پر

زبان درازی کرتے رہتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت بیان کرتے ہیں، وہ بھول میں ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسی صحابی رسول سے نہ اختلاف رکھتے تھے نہ بغض، وہ تمام کے تمام آپس میں شیر و شکر تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام کی افضلیت بیان کرتے ہیں

ہم یہاں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوبات میں سے مکتوب ۶۱، جلد ۳ سے ایک مکتوب کا حوالہ دیتے ہیں۔ آپ نے سورۃ فتح کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنے محبوب کے صحابہ جو ایک دوسرے کے ساتھ کمال محبت اور الفت سے رہتے تھے مدح فرمائی ہے۔ وہ خود رحیم ہے اس نے صحابہ کرام کو رحما بینھم کہہ کر یاد فرمایا ہے۔ "رحما" لفظ مبالغہ کے طور پر ادا کیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ انتہائی کمال سے ایک دوسرے پر مہربان اور رحم کنندہ تھے۔ پھر یہ لفظ صفت مشبہ ہونے کے ساتھ ساتھ استمرار پر بھی ہے یعنی ان کی باہمی محبت وقتی نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ لہٰذا امت رسول کے ہر فرد کا فرض ہے کہ ان حضرات کی محبت کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لے۔ یہ محبت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی علامت ہے اور جو باتیں ان صحابہ کے خلاف دیکھیں یا سنیں اس سے دور رہنے کی کوشش کریں۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کرام اس صفت سے متصف تھے تو آج کوئی شخص انہیں اس صفت سے علیحدہ نہیں کر سکتا۔ ان حضرات کے وہ اوصاف بیان کئے جائیں جو بدرجہ اتم واکمل ہوں۔

نبوت کے لوازم میں ایک بات یہ بھی ہے کہ خلق پر نہایت مہربانی اور

شفقت کا سلوک کیا جائے۔ ہر نبی میں یہ صفت پائی جاتی تھی۔ سید الانبیاء رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم میں یہ صفت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ انبیاء کا اخلاق ' رحمت اور محبت سے مالامال ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا اخلاق تو اعلیٰ اخلاق اور اسوۂ حسنہ کا نمونہ ہے۔ حسد ' بغض ' کینہ ' عداوت جیسی عادات رزیلہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے جسد پاک سے ہمیشہ دور رہے۔ آپ نے جس امت کی تربیت دی ' وہ بہترین امت ہے۔ وہ سابقہ مذاہب اور امتوں کے احکامات کو منسوخ کرتی گئی ہے۔ جو سابقہ امتیں فضیلت کے القاب سے ملقب تھیں وہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی امت کی فضیلت اور افضلیت کے سامنے پست دکھائی دینے لگیں۔ آپ ﷺ کی امت خیر الامم ہے اور ایمان میں سب سے بلند درجہ پر فائز ہے۔ انہوں نے اپنے مال اور جانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب سے زیادہ قربان کیا۔

خیر القرون بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا زمانہ مبارک ہے اور آپ کی امت کو اس زمانہ میں تربیت کا موقعہ ملا۔ حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی ذات خیر البشر ہے اور آپ کے صحابہ کرام بھی خیر الناس تھے۔ جو لوگ اس امت کے اولیاء اللہ کی محبت میں رہے وہ رزیلہ عادات سے پاک ہو جاتے ہیں۔ پھر جن حضرات کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی صحبت میسر آئی اور انہوں نے اپنی عمریں صرف کر دیں وہ رزیلہ عادات میں کیونکر ملوث ہو سکتے ہیں۔ ان صحابہ کرام کے متعلق کسی قسم کی برائی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

صحابہ کرام کے دو فرقوں کی من گھڑت روایات

یاد رہے کہ امت رسول ﷺ کا بڑے سے بڑا ولی اللہ یا امام حضور نبی

کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کسی صحابی کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ما امن برسول اللہ من لم یؤقر اصحابہ "جس نے صحابہ کرام کی تعظیم نہ کی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان نہیں لایا۔" بعض لوگ بدگوئیاں کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابہ کرام دو فرقوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک وہ گروہ جو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے خلاف تھا مگر ایک طبقہ وہ ہے جو آپ کے ساتھ محبت سے پیش آتا تھا۔ یہ دونوں طبقات ایک دوسرے سے بغض رکھتے تھے' عداوت رکھتے تھے اور ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ بعض صحابہ کرام اپنی مصلحتوں کی وجہ سے دونوں سے تعلقات رکھتے تھے مگر صحیح صورتحال سے آگاہ نہیں ہونے دیتے تھے۔ وہ بات کو پوشیدہ رکھتے تھے اسے تقیہ کہتے ہیں۔ وہ یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ ایسی بری عادتیں ان صحابہ کرام کے دونوں طبقوں میں پائی جاتی ہیں اور زندگی بھر ایسے خیالات میں رہے۔ یہ خیالات نہایت مکروہ ہیں۔ ان کا تاریخ یا اعمال صحابہ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ الزام تراشی ہے۔ صحابہ کرام کی پاکیزہ زندگی کو مسخ کرنے کی بدترین کوشش ہے۔

یاد رہے کہ ایسے بدباطن لوگ صحابہ کرام میں تفریق اور اختلاف کی کہانیاں گھڑتے رہتے ہیں اور انتشار پھیلاتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی بدباطنی کی وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بہترین زمانہ کے بہترین لوگوں کو بدترین الفاظ میں بیان کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا زمانہ خیرالقرون دور تھا۔ آپ ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام بہترین اخلاق و عادات کے مالک تھے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابہ کرام کی برکات و کوششوں سے قرآن و سنت کو چاردانگ عالم میں پھیلنے کا موقعہ ملا۔ ہم ان

حضرات کی وجہ سے قرآن و سنت سے واقف ہوئے ہیں۔ پھر دین کے معاملات میں انہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں اجماع قائم ہوا تھا۔ اگر یہ لوگ سب کے سب یا ان میں سے اکثریت کو مطعون کر دیا جائے اور انہیں گمراہ و فاسق یا خائن قرار دے دیا جائے تو پھر دین کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم افضل المرسلین کی تبلیغ و تربیت کا کیا مقام رہ جاتا ہے۔ آپ کے دنیا پر تشریف لانے' مبعوث ہونے' لوگوں کو ہدایت کرنے کا مقصد کیا رہ جاتا ہے۔

قرآن پاک کو صحیح ترتیب سے جمع کرنے کا عظیم کام سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں سرانجام پایا تھا۔ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کام میں ابتدائی اقدام کر چکے تھے۔ اگر معاذاللہ ایسے لوگوں کو ہی مطعون کر دیا جائے تو قرآن پاک کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے۔ کیا یہ لوگ مسلوب العدالت تھے۔ کیا یہ لوگ اعتبار سے محروم تھے۔ اگر ایسا تسلیم کر لیا جائے تو ان پر کون اعتبار کرے گا اور دین کی بنیاد کسے مانا جائے گا۔

یہ بات یقین کے ساتھ تسلیم کرنا ہو گی کہ صحابہ کرام سب کے سب قابل اعتبار ہیں اور معتبر ہیں اور ان کی وساطت سے ہمیں جو دین ملا ہے سب سچ اور برحق ہے۔ ان حضرات میں کئی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں خلافت کے متعلق تھے' وہ نفسانی خواہشات کا نتیجہ نہ تھے نہ سلطنت کے اقتدار کی وجہ سے تھے۔ تمام صحابہ کرام خلافت کے نظام کو درست رکھتے ہوئے اسلام کی سربلندی کے لئے کوشاں تھے۔ اگر اجتہاد اور قیاس کی وجہ سے کوئی غلطی ہوئی تو اسے قرآن اور احادیث کی روشنی میں مطعون نہیں کہا جاسکتا۔ اگرچہ اس اجتہاد میں ایک فریق خطا پر تھا تاہم یہ خطا بغاوت یا

سرکشی نہ تھی۔

علمائے اہلسنّت کا ایک مسلمہ اصول ہے کہ اس دور کے اختلافات میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حق پر تھے۔ آپ کے مخالفین غلطی پر تھے لیکن یہ غلطی ایک اجتہادی خطا تھی جسے طعن و تشنیع کا نشانہ نہیں بنایا جاسکتا۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے کو حق مانا جائے اور ان کے مخالفین کو اجتہادی خطا کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے۔ علمائے اہلسنّت اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے اعتدال کی راہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ شیعوں اور رافضیوں کی طرح اختلاف رائے کرنے والوں کو سب وشتم کرنا، طعن و تشنیع کرنا ایک لغو اور بیہودہ کام ہے۔ بلکہ اس سے امت رسول اللہ ﷺ میں اختلاف و انتشار پھیلا ہے اور پھیلتا ہے۔ ان اختلاف کرنے والوں میں بعض صحابہ کرام ایسے تھے جنہیں جنت کی خوشخبری مل چکی تھی۔ بعض ایسے تھے جو جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے اور انہیں اعلیٰ ترین منصب حاصل تھا۔ ان لوگوں کو بخشش اور آخرت کی نعمتیں عطا کی جاچکی تھیں۔ اس سلسلہ میں صحاح ستہ کی ہزاروں احادیث گواہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے لئے اعلان کیا تم جو چاہو کرو۔ تمہاری کسی غلطی پر مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ تم کو بخش دیا گیا ہے۔ تم پر اللہ راضی ہو گیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی مخالفت کرنے والے بعض صحابہ کرام ایسے بھی تھے جو بیعت الرضوان میں شریک ہوئے تھے۔ جن کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اعلان فرمایا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی دوزخی نہیں ہے۔ ہمارے علمائے اہلسنّت کا عقیدہ ہے کہ بدری صحابہ، بیت الرضوان کا شرف حاصل کرنے والے صحابہ، السابقون الاولون من المہاجرین میں سے کوئی صحابہ ایسا نہیں جس کی مغفرت یقینی نہ ہو۔ قرآن

کریم نے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سارے صحابہ کرام کو جنتی قرار دیا ہے۔ خواہ یہ صحابہ مکی زندگی میں ایمان لائے یا مدنی زندگی میں مشرف باسلام ہوئے۔ فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے یا بعد میں اسلام لائے تمام کے تمام جنتی ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جہاد بھی کیا اور مال و دولت کو بھی خرچ کیا۔ تمام صحابہ کرام قتال و انفاق کے اوصاف سے متصف تھے۔ وہ تمام کے تمام بہشت کے حق دار تھے۔ ایسے حضرات کی برائیاں بیان کرنا' ان کے متعلق بری باتیں کرنا' ان کے بارے میں بدگمانی کرنا پرلے درجے کی جہالت اور دین سے دوری کی علامت ہے۔

صحابہ کرام کی اجتہادی روش

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے عزیز صحابی حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجتہاد کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ بات مشکواۃ شریف میں "کتاب الرحمت المداوت" میں دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ بات نواب صدیق الحسن بھوپالی کے بیٹے مولوی نورالحسن نے اپنی کتاب میں بھی لکھی ہے اور اسے آج کے مولوی محمد حسین گوندلوی (وہابی) نے اپنی "پاکٹ بک حنفیہ" میں تحریر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام اجتہادی تعلیم دیتے وقت صحابہ کرام کا امتحان بھی لیا کرتے تھے۔

مسند امام احمد میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ میں دو شخص اپنا مقدمہ لے کر حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان کی بات سن کر فیصلہ کریں۔ حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! آپ کے ہوتے ہوئے میں کیسے فیصلہ کر سکتا ہوں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میری خواہش ہے کہ تم دونوں کی بات سن کر فیصلہ کرو۔ اگر تم نے درست فیصلہ کیا تو تمہیں دس نیکیاں ملیں گی، اگر غلطی بھی سرزد ہو گئی تب بھی تمہیں ایک نیکی ملے گی۔ یہ بھی اجتہاد کی تربیت کا ایک انداز تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صحابہ کرام کی اس طریقہ سے تربیت فرمایا کرتے تھے۔ بعض اوقات اپنی موجودگی میں صحابہ کرام کو معاملات سلجھانے اور حل کرنے کا حکم دیا کرتے تھے اور اعلان فرماتے اگر فیصلے درست ہوئے تو دس نیکیاں ہوں گی اور اگر اجتہادی طور پر غلطی ہو گئی تو ایک نیکی ضرور ملے گی۔

تمام صحابہ کرام سابق الاعمال تھے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابہ کرام کو تمام امور میں اولیت اور سبقت حاصل تھی۔ ان سے امت کا کوئی دوسرا شخص اولیت اور سبقت حاصل نہیں کر سکتا، بلکہ کوئی غیر صحابی آپ کی برابری کا بھی تصور نہیں کر سکتا۔ صحابہ کرام کا ایک سیر خیرات کرنا غیر صحابہ کا پہاڑ جتنی خیرات کرنے سے افضل ہے۔ صحابہ کے اقوال، اعمال و افعال کسی رد و کدح میں نہیں آتے۔ وہ تمام امور امت کے ہر فرد کے لئے واجب الاتباع ہیں اور امت کے لئے مشعل راہ ہیں۔

صحابہ کرام کے باہمی اختلافات پر ایک نظر

صحابہ کرام کے درمیان بعض اوقات بعض مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان حضرات کی روایات میں بھی بعض اختلافات ملتے ہیں۔ پھر سیاسی معاملات میں مشاجرات بھی سامنے آتے ہیں مگر اختلافات اور مشاجرات پر طعن و تشنیع کرنا اہلِ ایمان کا شیوہ نہیں ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا

ایسے دوسرے صحابہ کرام پر طعن کرنا یا زبان درازی سے کام لینا بے دین لوگوں کا شیوہ رہا ہے۔ شیعہ علماء اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہوئے ان آیات کریمہ کو تسلیم نہیں کرتے جن میں حضرات صحابہ کی بریت اور جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ وہ دیدہ دانستہ قرآن پاک کی آیات کریمہ کو غلط انداز میں پیش کرتے ہیں۔ ان کی یہ بات قرآن کریم کے خلاف ہے۔

پارہ ستائیس' سورۃ حدید' رکوع اول' میں آتا ہے لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجتً من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا کلاً وعد اللہ الحسنیٰ واللہ بما تعملون خبیراً ○ ان کے لئے بشارت پر بشارت نازل ہوتی رہی ہے۔ ان کے دشمنوں پر خسارے کا اعلان ہوتا رہا ہے۔ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمتہ اللہ علیہ اپنی معروف کتاب "ھدیۃ الشیعتین" میں لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام کے احسانات بے حد و شمار ہیں۔ اہلسنت والجماعت کی تفاسیر میں ان کی تفصیلات موجود ہیں۔

شیعوں کی تفاسیر میں صحابہ کرام کی فضیلت

ہم نے سنی علمائے کرام کی تفاسیر سے صحابہ کرام کی عظمت بیان کی ہے۔ اب ہم معتبر شیعہ حضرات کی تفاسیر سے بھی چند حوالے بیان کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ شیعہ حضرات جو اپنے مجتہدین اور مفسرین کی بات کو معتبر جانتے ہیں آگاہ ہو جائیں۔ شیعوں میں "فصول" کا مصنف شیعہ طبقہ میں عالم کبیر اور فاضل نامدار تصور کیا جاتا ہے۔ یہ امامیہ اور اثنا عشریہ دونوں کا مسلمہ مفسر ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پر خدا کا سلام ہو۔ ان کے آباؤ اجداد پر بھی خدا کا سلام ہو۔ انہوں نے حضرات ثلاثہ کے خلاف طعنہ کرنے والوں کے متعلق لکھا ہے۔ تم مجھے بتادو کہ وہ صحابہ کرام جو اللہ تعالیٰ کی

راہ میں ہجرت کرنے والے ہیں کتنے بلند رتبہ تھے۔ ان کے متعلق قرآن مجید نے فرمایا ہے یہ وہ مفلس صحابہ کرام تھے جنہیں وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔ جنہیں مکہ مکرمہ سے نکال دیا گیا تھا۔ وہ اپنے گھروں سے محروم کر دیئے گئے' وہ اپنے مال و متاع سے دستبردار ہو گئے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت میں بے وطن ہوئے تھے۔ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے حامی اور ناصر تھے۔

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب شیعوں کے سامنے مہاجرین کی یوں تعریف کی تو وہ کہنے لگے ہم تو مہاجرین میں سے نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں تم ان انصار میں سے ہو جن کی شان میں قرآن پاک نے فرمایا تھا۔ ان لوگوں نے مہاجرین کو جگہ دی' ان کی امداد فرمائی' وہ مہاجرین سے محبت کرنے والے تھے۔ ان کے دل میں محبت تھی' خلش نہیں تھی۔ وہ مہاجرین کو پہلے دیتے تھے پھر خود کھاتے تھے۔ وہ انہیں اپنی جان سے بھی عزیز رکھتے تھے۔ وہ خود بھوکے رہ کر مہاجرین کو کھلاتے تھے۔ یہ لوگ بامراد تھے۔ آپ نے مہاجرین اور انصار کی یکساں شان بیان کی۔ مہاجرین مدینہ منورہ میں آئے تو انصار نے اپنی خواہشات کو پس پشت ڈال کر ان کی ضرورتوں کو پورا کیا' وہ ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے' حسد نہیں کرتے تھے۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ وہ اپنی جانوں پر مہاجرین کی خوشی کو مقدم رکھتے تھے۔

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب صحابہ کرام (مہاجر و انصار) کے اوصاف بیان فرمائے تو طعن کرنے والے شیعہ کہنے لگے ہم تو انصار

سے بھی نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا تم اپنی زبان سے اقرار کر رہے ہو کہ تم نہ انصار سے ہو نہ مہاجرین سے بلکہ تم ان مومنین میں سے بھی نہیں ہو جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بشارتیں دی تھیں۔ نہ تم مہاجر ہو' نہ تم انصار ہو۔ اب تم کس لئے کہتے ہو کہ اے اللہ ہمیں بخش دے اور ہمارے پہلے آنے والوں کو بخش دے۔ ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے تھے اور ہمارے دل میں کسی کے متعلق دشمنی نہ رکھ۔ اے رب! تو ہم سے نرمی کر' تو مہربان بخشنے والا ہے۔ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ آیات کریمہ مسلمانوں کے لئے ہیں جو سابقہ اہل ایمان کے لئے حق مانتے تھے والذین جاؤک ان کے پیچھے چلنے والے تھے۔

ان آیات کریمہ کی روشنی میں حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین باتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ صحابہ کرام مہاجرین میں سے تھے۔ اصحاب ثلاثہ مہاجرین میں سے تھے ان کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ اور ان کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اولئک ھم الصادقون وہ تمام کے تمام سچے اور صادق تھے۔ دوسری بات آپ نے یہ بیان فرمائی کہ اصحاب ثلاثہ کے خلاف طعن کرنے والے مومن نہیں ہیں۔ تیسری بات یہ فرمائی کہ اصحاب ثلاثہ کے دعاگو اور ثناگو ہی اہل ایمان ہیں۔

بعض رافضی اور شیعہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہاجر ہیں' نہ انصار' انہیں اس آیت کریمہ کی بشارت میں لانا درست نہیں۔ ہم ان سے کہتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نہ مہاجر ہیں' نہ انصار کیا انہیں بھی اسی انداز سے مطعون کیا جائے گا؟ یہ مہاجرین اور انصار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانثار تھے۔ ان کے حق میں آیت تسکین اتری تھی۔ لاتحزن ان اللہ معنا خصوصی طور پر سیدنا صدیق

اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تسکین کے لئے تھا۔ آپ کا خلوص' ایمان' ایقان ظاہر ہوتا ہے۔ شیعوں کی معتبر تفسیر کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کو لعن طعن کرنے والے شیعہ ایمان سے محروم ہیں اور اسلام سے خارج ہیں۔

ہم ایک اور شیعہ تفسیر کا حوالہ دیتے ہیں۔ اس تفسیر کو شیعہ علماء نے بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ وہ " رحما بینھم " کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ صحابہ کرام نرم دل تھے' شفیق تھے' آپس میں شیر و شکر تھے۔ ایک اور مقام پر لکھتا ہے کہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین ○ کہ یہ لوگ مومنین کی توہین کرتے ہیں اور کفار کی عزت کرتے ہیں۔ مگر مہاجر و انصار تو آپس میں بھائی بھائی تھے۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھتے تو سلام کرتے تھے۔ مصافحہ کرتے تھے اور یہ سلسلہ تمام مسلمانوں میں جاری رہا۔ اہل ایمان نے ہمیشہ کفار کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ ان پر اشداء علی الکفار کی تصویر بنے رہے ہیں۔ اہل ایمان سے شفقت اور اہل کفار سے نفرت مسلمانوں کا وطیرہ رہا ہے۔ اسی لئے وعد اللہ الذین آمنوا اللہ نے اہل ایمان سے وعدہ کیا ہے۔ منھم مغفرۃ ان کے لئے مغفرت ہوگی۔ واجراً عظیما اور عظیم الشان اجر کے مالک ہوں گے۔ (سورۂ فتح پارہ ۲۸)

یہ شیعہ مفسر تسلیم کرتا ہے کہ صحابہ کرام آپس میں شفیق' نرم دل اور مہربان تھے مگر کفار کے دشمن تھے۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ صحابہ آپس میں دشمن تھے وہ یقیناً قرآن پاک کی آیات کریمہ کے خلاف اور کافر ہے۔ صحابہ کرام سے دشمنی رکھنے والے رافضی اور صحابہ کو گالیاں دینے والے شیعہ کس زمرہ میں آتے ہیں۔

سورۂ مجادلہ' پارہ ۲۸' آیت ۲۱ میں آتا ہے لا تجد قوماً یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوآدون من حآد اللہ و رسولہ ولو کانوآ اباۤءَ ھم او

ابنآءَھم او اخوانھم او عشیرَتھم اولیک کتب فی قلوبھم الا یمان وایدھم بروح منہ وید خلھم جنت تجری من تحتھا الا نھر خلدین فیھا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون○

(ترجمہ) "تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں' ان میں ہمیشہ رہیں' اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی' یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔"

ان آیات کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے کئی شیعہ علماء بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ تفسیر "تنویر البیان" میں ہے والسابقون الاؤلون سے مراد وہ مہاجر اور انصار صحابہ ہیں جو سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ پھر والذین اتبعواھم باحسان' پھر جن لوگوں نے ان کے نقش قدم پر چل کر اسلام قبول کیا یہ لوگ ان سابقون کے ساتھ چلتے رہے اور قیامت تک ان کی پیروی کرتے رہیں گے۔ وہی رضی اللہ عنھم و رضواعنہ کے انعام کے مستحق ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے ایمان اور اطاعت کی وجہ سے "ورضواعنہ" کا خطاب دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں' دنیا و آخرت کی نیکیوں پر وہ شکر گزار رہتے ہیں۔ اب اعدّلھم اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمالیا کہ جنت تجری تحت ھا الا نھار ایسے باغات جنت دوں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ خالدین فیھا ابداً وہ ایسے مقام پر ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ذالک الفوز العظیم یہ ان کی کامیابیوں اور کامرانیوں پر

انعام ہے۔ فوز عظیم ہے۔ اس کے برابر کوئی دوسری نعمت نہیں ہو سکتی۔ شیعوں کی معتبر کتابوں سے بھی صحابہ کرام کے فضائل و انعامات سامنے آ گئے ہیں۔ اس کے باوجود جو شخص ان آیات قرآنیہ کی مخالفت کرتا ہو اس کا کیا حشر ہو گا۔

فضائل صحابہ کرام احادیث کی روشنی میں

۱... عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لا تسبوا اصحابی فلوان احدکم انفق مثل احد ذھباً ما بلغ مدّ احدھم ولا نصیفہ (متفق علیہ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو اور انہیں گالی نہ دو۔ یاد رکھو اگر تم سونے کا پہاڑ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کر دو تو میرے صحابی کے ایک سیر یا نصف سیر کے ثواب سے نہیں مل سکے گا۔

اس حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے صاحب "مظاہر حق" لکھتے ہیں کہ یہ خطاب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے پیارے صحابہ کے متعلق کیا تھا۔ اس فرمان کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان کسی بات پر اختلاف ہو گیا تھا تو بعض لوگوں نے ایک دوسرے کو مطعون کرنے کی کوشش کی تھی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایسے لوگوں کو آگاہ کیا کہ میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو۔ آج رافضی اور شیعہ صحابہ کرام کو برا بھلا کہہ کر ایمان سے خارج ہو جاتے ہیں۔

۲... عن ابی بردۃ عن ابیہ قال رفع یعنی النبی صلی اللہ علیہ و آلہ

وسلم راسه الی السماء وکان کثیراً مّما یرفع راسه الی السماء فقال النوم امنة للسمآء فاذا ذهبت النجوم اتی السماء ماتوعد واتا امنة لاصحابی فاذا اذهبت انا اتی اصحابی مایوعدون و اصحابی امنه لامتی فاذا اذهب اصحابی اتی امتی مایوعدون (رواه مسلم شریف)

حضرت ابی بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھایا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ آپ کئی بار آسمان کی طرف سر اٹھایا کرتے تھے۔ اس طرح آپ وحی کی آمد کا انتظار فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر ستارے دیکھ کر فرمایا یہ ستارے امن کی علامت ہیں۔ جب ستارے آسمان سے گم ہو جائیں گے تو آسمانوں پر اس چیز کا قبضہ ہو جائے گا جس کا وعدہ کیا گیا ہے اور اس کے مقدروں میں جو چیز لکھی گئی ہے' یعنی آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے' پھٹ جائیں گے اور قیامت برپا ہو جائے گی۔ لوگو! یاد رکھو میں اپنے صحابہ کے لئے امن کا سبب ہوں۔ جب میں اس جہان سے چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ پر وہ وعدہ اور تقدیر آئے گی یعنی فتنے' فسادات اور باہمی انتشار۔ بعض عرب مرتد ہو جائیں گے۔ یاد رکھو میرے اصحاب میری امت کے لئے امن و سلامتی کا ذریعہ ہیں۔ جب میرے صحابہ اس دنیا سے ناپید ہو جائیں گے تو جنگ و جدال رونما ہونے لگیں گے۔

۳... عن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اکرموا اصحابی فانهم خیارکم ثم الذین یلونهم میرے صحابہ کی عزت کرو' وہ بہترین لوگ ہیں ان لوگوں کا زمانہ میرا زمانہ ہے جو سب سے بہتر ہے' پھر وہ زمانہ جو ان کے ساتھ بعد میں آنا ہے۔ پھر اس کے بعد آنے والا زمانہ' صحابہ اکرام کا زمانہ' تابعین کا زمانہ اور تبع تابعین کا زمانہ۔

۴ ... عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خیر امتی قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم میرے صحابہ کی عزت کیا کرو کیونکہ یہ نہایت ہی نیک لوگ ہیں۔ پھر ان حضرات کا احترام کرو جنہوں نے صحابہ کرام کی صحبت حاصل کی ہے۔

۵ ... عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قال لا تمس النار مسلماً رانی او رای من رانی (رواہ ترمذی) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ مسلمان آگ سے محفوظ ہو گیا جس نے مجھے دیکھا یا وہ مسلمان جس نے میرے دیکھنے والوں (صحابہ) کو دیکھا۔

۶ ... عن عبداللہ بن مغفل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اللہ اللہ فی اصحابی اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرض من بعدی فمن احبھم فبحبنی احبھم ومن ابغضھم فبغضنی البغضھم ومن اذیھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذاللہ فیوشک ان یاخذہ (رواہ ترمذی) حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا' اللہ سے ڈرو' پھر اللہ سے ڈرو! صحابہ کے حقوق میں اللہ سے ڈرو' تین بار فرما کر مبالغہ فرمایا اور تاکید کی ان لوگوں کو ہمیشہ احترام و اکرام سے یاد کیا کرو۔ میری صحبت کا حق ادا کرو۔ میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنالینا۔ ان پر تیراندازی نہ کرنا۔ ان کی عیب جوئی نہ کرنا جو شخص میرے صحابہ سے محبت کرے گا وہ مجھے دوست رکھتا ہے۔ جو شخص مجھے دوست رکھتا ہے وہ اللہ سے محبت کرتا ہے۔

اس حدیث پاک کی روشنی یہ بات سامنے آتی ہے کہ جو شخص صحابہ کرام سے دشمنی رکھتا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دشمنی

کرتا ہے۔ جو حضور ﷺ سے دشمنی رکھتا ہے وہ اللہ کا دشمن ہے اور اللہ تعالیٰ کے دشمن نار جہنم میں جائیں گے۔ اس حدیث پاک کو ترمذی شریف میں لکھا گیا ہے اور اس کی تشریح "مظاہر حق" میں بھی موجود ہے۔ صاحب "مظاہر حق" نے "ان یاخذ" کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ دشمنان صحابہ کو دنیا میں بھی عذاب دے گا اور آخرت میں بھی عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا قول ذہن نشین رکھیں۔

ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرہ و اعدلھم عذاباً مھیناً والذین یوذون المومنین والمومنات بغیر مااکتسبوا فقداحتملوا بھتاناً واثماً مبینا ○

"جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں اللہ ان پر لعنت کرتا ہے۔ دنیا میں اور آخرت میں۔ اس نے ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے اور انہیں عذاب دے کر خوار کرے گا۔ اور جو لوگ بلاوجہ ایذاء دیتے ہیں مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اور انہیں بہتان لگاتے ہیں، طعن و تشنیع کرتے ہیں اور ایذا دیتے ہیں اس کا نتیجہ اللہ کی لعنت ہو گا۔"

۷۔۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اذا رایتم الذین یسبّون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم (رواہ ترمذی شریف) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جن لوگوں کو دیکھو کہ وہ صحابہ کرام کو برا بھلا کہہ رہے ہیں تو ان پر خدا کی لعنت بھیجو اور برملا کہو کہ تمہارے اس برے کام پر اللہ کی لعنت ہو۔ وہ اہل شر ہوں گے اور فتنہ انگیز ہوں گے۔ صحابہ کرام تو اہل خیر ہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت کے مستحق ہیں۔

اسی انداز میں عدی بن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت ہے
ان شرار امتی اجرھم علی اصحابی میری امت میں سب سے برے وہ لوگ ہوں گے جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہنے کی جرات کریں گے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں ایک حدیث پاک نقل کی ہے جس میں لکھا ہے یکون فی آخر الزمان قوم یسمون الرفضة یرفضون الاسلام فاقتلواھم فانھم مشرکون آخر زمانہ میں ایک ایسا فرقہ ابھرے گا جسے "رافضی" کہا جائے گا۔ یہ لوگ اسلام کو نقصان پہنچائیں گے۔ یہ لوگ اپنے عقائد کے لحاظ سے اسلام سے علیحدہ ہو جائیں گے وہ جہاں کہیں ملیں انہیں قتل کر دو۔

"تاج التفاسیر" میں ایک حدیث پاک نقل کی گئی ہے من جامع المشرکون فھو منھم جو شخص مشرکین سے میل جول رکھتا ہے وہ انہی میں سے ہے۔ یہ حدیث منصوص قرآنی ہے۔ ومن یتولھم منکم فانہ منھم جو شخص ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے وہ انہیں میں سے ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خلاف باتیں کرنے والے اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ ان کا یہ دعویٰ باطل ہے۔ شیعوں کی ایک کتاب "براہین الانصاف" ہے، اس میں سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کافر اور ملعون کہا گیا ہے۔ مرتد اور منافق لکھا گیا ہے۔ ایسے لوگ اپنے آپ کو ہزار بار سید کہیں وہ دین اسلام سے خارج ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

ترمذی شریف میں یہ حدیث پاک موجود ہے حدثنا محمد بن یحیٰی حدثنا عبداللہ بن محمد السقفی حدثنا عمر بن واقد عن یونس عن حابیس عن ادریس لا نبی قال لما عزل عمر بن خطاب عمیر بن سعید عن حمص ولی معاویۃ و قال الناس عزل عمیر و ولی معاویۃ فقال عمیر لا تذکروا الا بخیر فقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انہ قال لمعاویۃ اللھم اجعلہ ھادیاً مھدیاً واھدبہ ○

حضرت ادریس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمیر بن سعید کو حمص کی گورنری سے معزول کیا تو ان کی جگہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حمص کا گورنر مقرر کیا گیا۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ خیر سے یاد کیا کرو۔ وہ امت کے بڑے ہی بہتر آدمی ہیں۔ وہ فرمانے لگے میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا' اے اللہ ! معاویہ کو ہادی بنا دے' مہدی بنا دے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دعا سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہادی بھی ہیں اور مہدی بھی۔ مگر آج شیعہ حضرات آپ کو سب و شتم کرتے ہیں۔

بخاری شریف کی "کتاب الفتن" میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دعا موجود ہے۔ اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمنا یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دارالخلافہ تھا۔ اگر آپ حضور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معزز صحابی نہ ہوتے تو انہیں ایسے بابرکت ممالک کی امارت نہ دی جاتی۔

عن عمر بن خطاب قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول سالت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الی یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلۃ النجوم فی السماء بعضھا اقوی من بعض ولکل نوراً فمن اخذ بشيء مما ھم علیہ من اختلافھم فھو عندی علی ھدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدا اھتدیتم ○

" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے اللہ سے اپنے صحابہ کے اختلافات کے متعلق پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے صحابی ستاروں کی طرح ہیں جس طرح ستارے آسمان پر چمکتے ہیں میرے صحابہ امت کی رہنمائی کے لئے چمکتے رہیں گے، اگرچہ وہ بعض معاملات میں اختلاف کرتے تھے مگر وہ ستاروں کی طرح لوگوں کی رہنمائی کریں گے۔ تم لوگ جس صحابی کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔"

صحابہ کرام کے اختلافات اصول دین میں نہ تھے۔ محض فروعی اختلافات تھے۔ وہ بھی دنیاوی معاملات میں ہوتے تھے۔ " مظاہر حق " میں ایسے اختلافات کی تفصیل دی گئی ہے۔ یہ تمام اختلافات اجتہادی تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ولکل نور میرے تمام صحابہ مجتہد ہیں۔ پھر فرمایا ان مجتہد صحابہ میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ امت رسول میں جس طبقہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کی اقتداء کی ہے وہ اہلسنّت والجماعت ہیں۔ اس طبقہ کے علاوہ سب فرقے گمراہ

ہیں۔ بعض صحابہ کرام کو سب شتم کرتے ہیں۔ بعض خارجی اہل بیت کو برا بھلا کہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کسے میل ملاپ رکھنا' ان سے محبت و پیار کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔ یہ لوگ بدعتی اور گمراہ ہیں۔

صحابہ کرام کے باہمی اختلافات کی نوعیت

صحابہ کرام کے باہمی اختلافات کو اجتہادی غلطی قرار دیا جانا چاہیئے اور ان اختلافات کو قرآن و احادیث کی روشنی میں دیکھنا چاہیئے۔ ان تنازعتم فی شی فردوہ اگر تم کسی بات میں اختلاف کرو تو قرآن پاک سے راہنمائی حاصل کرو' اجتہاد' اجماع اور قیاس کے لئے قرآن پاک خود راہنمائی کرتا ہے۔ مشکواۃ شریف میں العلم الثلثۃ لکھا ہے۔ محدثین حدیث نے اس سے مراد قرآن اور حدیث اور اجماع امت لی ہے۔ حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام کی ادنی گستاخی بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دیتی ہے اور ایذاء کا حکم شدید عذاب کے مترادف ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ آپ مکتوب نمبر ۳۶ دفتر دوم میں فرماتے ہیں کہ اہلسنّت و جماعت ہی ایسا طبقہ ہے جو نہایت محبت کے ساتھ صحابہ کرام کی تعظیم و توقیر کرتا ہے۔ وہ صحابہ کرام کے باہمی اختلافات' لڑائی جھگڑے حتیٰ کہ جنگ و جدال کے باوجود بھی صحابہ کرام کو برا نہیں کہتے۔ اہلسنّت و جماعت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلطیوں اور خطاؤں کو اجتہادی غلطی قرار دیتے ہیں اور ان کی رائے کو اجتہادی رائے

تصور کرتے ہیں۔ شکر اللہ تعالٰی سعیھم ان کی کوششوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی رضا جانتے ہیں۔

اختلاف صحابہ پر اگر غور کیا جائے تو ہمارے سامنے تین گروہ آتے ہیں۔ ایک گروہ نے حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعمال کو دلیل اور اجتہاد سے تعبیر کیا ہے اور انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق بجانب قرار دیا ہے۔ دوسرے گروہ نے دلیل و اجتہاد کے ساتھ آپ کے بعض اعمال و افعال کو غلط قرار دیا ہے۔ تیسرا گروہ ایسے معاملات پر خاموش رہا ہے۔ کف اللسان کیا اور کسی قسم کی دلیل یا جرح وغیرہ کو اختیار نہیں کیا۔ پہلے گروہ نے اپنے اجتہاد کی روشنی میں حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دیا۔ ان سے تعاون کیا' ان کی امداد کی۔ دوسری گروہ نے اپنے اجتہاد کی روشنی میں ان کی مخالفت کی اور ان کے خلاف جدوجہد کی۔ تیسرا گروہ خاموش رہا۔ انہوں نے سابقہ دو گروہوں کو برداشت کیا۔ مگر کسی کو برا بھلا نہ کہا اور ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا پسند نہیں کیا۔ یہ تینوں گروہ اجتہادی تھے۔ اجتہاد پر کاربند تھے۔ ان تینوں نے نہایت احسن طریقے سے فیصلے کئے۔ نہ کسی نے ملامت کی' نہ طعن و تشنیع کی' نہ ایک دوسرے کو کافر کہا۔

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے تلک دماء طھرااللہ عنھا ایدینا فلینظر عنھا اکتسبنا وہ خون جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو محفوظ رکھا ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی زبانوں کو اس خون سے آلودہ نہ کریں۔ یہ بات بڑی معقول ہے۔ ایک کی اجتہادی خطاء کو وجہ نزاع و دشنام بنانا اچھا نہیں ہے۔ سب کو نیکی اور اچھائی سے یاد کرنا چاہئے۔

حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اذکروا اصحابی

نا سکوا جب میرے اصحابی کا ذکر کرو ان کے اختلاف یا لڑائی جھگڑے کا تذکرہ آجائے تو اپنی زبانوں کو سنبھال کر رکھو اور ایک دوسرے کے خلاف باتیں نہ بناؤ۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب نمبر ۲۵۱ میں لکھا ہے کہ تمام صحابہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے محترم و معتمد تھے۔ سب کو عزت سے یاد کرو۔

صحابہ کرام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے مکتوبات کے مکتوب ۲۵۱ جلد اول میں لکھتے ہیں ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سارے صحابہ کرام بزرگ ہیں۔ قابل صد احترام ہیں۔ ان سب کو اچھے الفاظ اور اچھے کردار سے یاد کرنا چاہئے۔ خطیب رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث پاک نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ان اللہ اختارنی و اختارلی اصابی و اختاری منهم اصہارا وانصاراً فمن حفظی فیهم خعطه اللعه و من اذانی ازی اللہ فیهم اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا میرے لئے میرے اصحاب کو پسند فرمایا' ان سے راضی ہو گیا۔ ان میں سے بعض میرے رشتہ دار بنے' مددگار بنے' جانثار بنے۔ چنانچہ جس شخص نے میرے صحابہ کو میرے لئے محفوظ رکھا اللہ تعالیٰ نے اسے محفوظ رکھا۔ جس شخص نے صحابہ کے بارے میں مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی۔

طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت نقل کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا' من سب اصحابی فصلیه لعنته اللہ والملائکته والناس اجمعین جس نے میرے صحابہ کو

سب و شتم کیا اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کی فرشتوں کی لعنت ہو گی۔

ابن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک روایت بیان کی ہے کہ ان شرار امتی اجرهم علی صحابی میری امت میں ایسے شریر لوگ بھی ہیں جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ ان کے اختلافات اور لڑائی جھگڑے کو ہوا دیتے ہیں۔ وہ ظالم ہوں گے۔ اہلسنّت و جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے اختلافات تمام کے تمام اجتہادی تھے اور اجتہادی غلطی پر گفتگو کرنا بہت بڑی جرات ہے۔ اہلسنّت و جماعت کا یہ بھی نظریہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے جنگ کرنے والے غلطی پر تھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے۔ مگر یہ غلطی ایک اجتہادی غلطی تھی۔ اس پر کسی کو ملامت کرنا یا نشانہ تنقید بنانا اچھا نہیں ہے۔ ان پر کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہو گا۔

" شارح مواقف " لکھتے ہیں کہ جمل اور صفین کی جنگیں اجتہادی اختلافت پر ہوئی ہیں۔ شیخ ابو شکور بلخی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب " تمہید " میں وضاحت فرماتے ہیں کہ اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تمام ساتھیوں سمیت خطا پر تھے لیکن ان کی یہ خطاء اجتہادی تھی۔ شیخ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے " صواعق محرکہ " میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تمام جنگیں اجتہادی سوچ کا نتیجہ تھیں۔ علمائے اہلسنّت کی کتابیں اجتہادی غلطی سے بھری پڑی ہیں مگر کبھی کسی نے اجتہادی خطا پر سب وشتم نہیں کیا۔

اجتہادی خطا پر اکابر اہلسنّت کا رویہ

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اور قاضی ابو بکر رحمتہ اللہ علیہ نے تشریح کی

ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑائی کرنے والے اجتہادی غلطی پر تھے۔ ان پر فسق و فجور کا فتویٰ لگانا جائز نہیں ہے۔ قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب " الشفا " کے آخری صفحات میں لکھا ہے حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا من شتم احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ابابکر' عمر' عثمان و عمرو بن العاص فانہ قال کانوا علی الضلال و کفر جس شخص نے سیدنا صدیق اکبر' سیدنا عمر فاروق' سیدنا عثمان غنی اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی کو گالی دی وہ شخص گمراہ اور کافر ہو گا۔

" شفا شریف " میں مزید لکھا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جمل کی لڑائی کے وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خروج سے پہلے تیراں ہزار ساتھی قتل ہوئے تھے مگر ان میں سے ایک شخص کو بھی فاسق یا فاجر وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کے دل میں صحابہ کے خلاف بغض ہو۔ اس کے دل میں مرض ہو۔ وہ فسق و فجور کا خوگر ہو۔ بعض کتابوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے " جور " کا لفظ استعمال ہوا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جور کرنے والا حکمران لکھا ہے وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہوتے ہوئے خلافت کے حق دار نہ تھا' مگر اس نے جور کیا۔ ایسے الفاظ کا استعمال کسی محقق فقیہ نے نہیں کیا۔ انہوں نے صرف اجتہادی خطا کا لفظ استعمال کیا ہے۔

حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب " شواھد النبوت" میں " خطا منکر " کا لفظ استعمال کیا۔ علمائے اہلسنّت کے نزدیک یہ لفظ نامناسب ہے کیونکہ خطاء کا ایک اپنا مقام ہے مگر " خطا منکر " سخت الفاظ میں سے ہے جسے ایک اصحابی کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح جن حضرات نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لعنت کے لفظ کا اطلاق کیا ہے وہ غلطی پر ہیں

اور شیعوں کی روایات سے متاثر ہیں۔ یہ باتیں یزید کے بارے میں تو کہی جاسکتی ہیں مگر ایک صحابی رسول کے لئے ان الفاظ کا استعمال ہرگز جائز نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دعا دی تھی

کئی احادیث میں دیکھا گیا ہے کہ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کی اور انہیں "ہادی اور مہدی" کے تعریفی الفاظ میں یاد فرمایا۔ اللھم علمہ الکتاب والحساب وقد العذاب اے اللہ ! معاویہ کو کتاب کا علم عطا فرما' حساب کا علم عطا فرما اور اسے آگ سے محفوظ رکھ۔ ایک اور جگہ فرمایا اللھم اجلعہ ھادیاً مہدی اے اللہ ! معاویہ کو ہادی بنا دے اور مہدی بنا دے۔ ہمارے خیال میں مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے متعلق جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ سہواً استعمال ہوئے ہیں ورنہ ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی رسول کی توہین نہیں کر سکتا۔

بعض لوگوں نے امام شابی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ لڑائی فسق سے بھی بدتر ہے' اس بات میں کوئی حقیقت نہیں کوئی دلیل نہیں۔ اگر بالفرض اسے تسلیم کر بھی لیا جائے تو ہم کہیں گے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ حضرت شابی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خاص تھے۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی میں ایسے الفاظ استعمال نہیں کئے تھے۔ اسی طرح امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ایسے الفاظ استعمال نہیں کئے تھے۔ ان حضرات کے ہمعصر اور عطائی مدینہ نے بھی کبھی ایسے الفاظ استعمال نہیں کئے۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ تو فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالی دینے والا واجب القتل ہے۔ حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دینا حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گالی دینے کے مترادف ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قطعاً ایسے سلوک سے بری ہیں مگر بعض لوگ انہیں بدباطنی کی وجہ سے صرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہی نہیں کئی دوسرے صحابہ کرام کو بھی برا بھلا کہنے سے نہیں رکتے۔

اگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مل کر جنگ کرنے والے فاسق تھے تو پھر نصف امت فاسق کہلائے گی۔ تو اس طرح نصف دین سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تبلیغ و ہدایت کا کیا نتیجہ سامنے آئے گا۔ ایسی باتیں تو وہی زندیق کہتے رہتے ہیں جن کے سامنے کوئی نیک مقصد نہیں۔ وہ اسلام کی بربادی پر بھی خوشیاں مناتے رہتے ہیں۔

دشنام طرازی کا یہ فتنہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے شروع ہوا تھا۔ لوگوں نے ان کے قاتلوں سے قصاص لینے کا مطالبہ کیا حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ رسول قصاص کا مطالبہ کرتے رہے۔ مگر جب ان کی گذارش پر توجہ نہ دی گئی تو حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے ساتھیوں کو لے کر باہر نکلے اور احتجاج کرنے لگے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے مطالبہ میں برابر کی شریک تھیں۔ جنگ صفین تک نوبت جا پہنچی۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ صراحت فرماتے ہیں کہ یہ جھگڑا خلافت کے لئے نہیں تھا بلکہ قصاص قتل حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تھا۔ یہ معاملہ بڑھتا گیا حتیٰ کہ جنگ جمل میں تیراں ہزار صحابہ کرام شہید ہو گئے۔ حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ ان جنگوں میں شہید ہو گئے اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان حضرات کے

ساتھ آملے۔ یہ واقعات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں رونما ہوئے تھے۔

شیخ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے اس موقعہ پر ایک بات لکھی ہے جو اہلسنّت کے معتقدات میں شمار ہوتی ہے۔ شیخ ابوشکور بلخی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب "تمہید" میں لکھا ہے کہ یہ جھگڑے خلافت کے لئے تھے۔ یہ بات محل نظر ہے۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اذا ملکت الناس مارفق بھم جب تم حکمران بنو تو لوگوں میں انصاف کرنا اور نرمی برتنا۔ شاید اس بات سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کے حصول کی خواہش ہوئی تھی۔ لیکن وہ اس خواہش پر اجتہادی خطا پر تھے اور سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حق پر تھے۔ ان دونوں کا جھگڑا خلافت پر نہیں تھا بلکہ قصاص حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تھا۔ بہرحال یہ اجتہادی فیصلے تھے۔ حق پر ہونے والے کو دس نیکیاں ملیں اور خطا پر لگام اٹھانے والے کو ایک نیکی کا ثواب۔ مگر ان معاملات پر سب و شتم کرنے والے کس شمار و قطار میں آتے ہیں۔ بہترین طریقہ تو یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کرام کے باہمی خلفشار اور جنگ و جدال سے اپنے آپ کو دور رکھیں اور امت کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ ان پر خاموشی اختیار کریں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غضا میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو اور ان کو نشانہ تنقید و ملامت نہ بناؤ۔ ہمارے زمانہ میں اکثر لوگوں نے خاص کر علماء و مشائخ کے ایک طبقہ نے امامت کی بحث چھیڑ رکھی ہے اور صحابہ کرام کے متعلق سچی جھوٹی باتوں پر بحث کرتے رہتے ہیں۔ جاہل مؤرخین صحابہ کرام کے

بارے میں کئی غلط باتیں تحریر کر گئے ہیں۔ پھر سرکش تذکرہ نگاروں نے اپنی کتابوں کو غلط ملط باتوں سے بھر دیا ہے۔ وہ اکثر صحابہ کرام کے مقام سے ناواقف لوگ تھے۔ کئی نامناسب واقعات صحابہ سے منسوب کرتے رہتے ہیں۔ جو سامنے آیا لکھتے گئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ایک زمانہ آئے گا کہ فتنے اور بدعتیں ظاہر ہونا شروع ہوں گی۔ لوگ میرے صحابہ کو گالیاں دیں گے۔ اہل علم حضرات کو چاہئے اپنے علم کی روشنی میں درست واقعات کو سامنے رکھیں۔ جو لوگ جان بوجھ کر صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہوتی ہے۔

آج صاحب اقتدار لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں حنفی مذہب پر کاربند ہیں، اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ رکھتے ہیں، ان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ جو لوگ صحابہ کرام کو سب و شتم کریں انہیں قرار واقعی سزا دے۔ اہلسنّت و جماعت ہی ایک ایسا مذہب ہے جو راست رو ہے۔ نہ صحابہ کرام کو گالیاں دیتا ہے نہ اہل بیت کو برا بھلا کہتا ہے۔ یہی فرقہ ناجیہ ہے اور یہی صحابہ رسول ﷺ کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ شیعوں کو جواب دیتے ہیں

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی رو سے صحابہ کرام کو گالیاں دینے والا کافر ہے۔ خصوصاً شیخین (حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو برا کہنے والا قرآن مجید کا منکر ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا پیغمبر بنایا، پھر میرے چند احباب میرے

رشتہ دار بنائے وہ میرے اہل بیت ہیں۔ جس شخص نے انہیں گالیاں دیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ ایسے شخص کی عبادت اور نوافل اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتے۔

دار قطنی میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' آپ ﷺ نے فرمایا میرے بعد ایک قوم آئے گی وہ رافضی ہوں گے' تم انہیں پاؤ تو انہیں قتل کر دو۔ وہ لوگ مشرک ہو گئے ہوں گے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان رافضیوں کی کیا نشانی ہو گی؟ فرمایا کہ علی کی شان کو بڑھاتے چلے جائیں گے اور ان سے ایسی ایسی باتیں منسوب کریں گے جو ان میں نہیں ہوں گی۔ پھر اسلاف پر طعن و تشنیع کریں گے۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ان کی ایک علامت یہ ہو گی کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا بھلا کہیں گے۔ جس شخص نے میرے صحابی کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گی۔ اس پر اللہ کے فرشتوں کی لعنت ہو گی۔ اس پر تمام لوگ لعنت بھیجیں گے۔ اس موضوع پر بہت سی احادیث صحاح ستہ میں موجود ہیں۔

شیخین کو گالیاں دینا' ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔ من الغضبھم فقد الغضبنی ومن اذیٰھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذیٰ اللّٰہ " جس نے ان سے بغض کیا اس نے مجھ سے بغض کیا' جس نے انہیں ایذاء دی اس نے مجھے تکلیف دی۔ جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔"

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت ایمان کی علامت ہے۔ ان سے بغض رکھنا کفر کی نشانی ہے۔ عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنی امت کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے اور اس سے ثواب کی امید رکھتا ہوں' جیسی مجھے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص ایک مومن کو کافر ہونے کی تہمت لگاتا ہے حالانکہ وہ کافر نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔ جب عام مومن کو کافر کہنے والے کا یہ حکم ہے تو سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کافر کہنے والوں کا کیا حال ہو گا۔

امام العصر ابو ذرعہ رازی رحمتہ اللہ علیہ فاضل اجل شیوخ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ اصحاب رسول کی شان میں گستاخی کی بات کرتا ہے یا بے ادبی کرتا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے۔ کیونکہ قرآن پاک حق ہے' رسول حق ہے' جو احکام آئے ہیں حق ہیں۔ مگر یہ ساری چیزیں جو حق ہیں دنیا میں صحابہ کرام کی معرفت پہنچی ہیں۔ اگر صحابہ کرام کو حق اور سچا نہ مانا جائے تو پھر ساری باتیں مشکوک ہو کر رہ جائیں گی۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ جو علم' زہد' معرفت و جلالت میں کمال درجہ رکھتے تھے فرماتے ہیں جو شخص اصحاب نبی کریم کی عزت نہیں کرتا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتا۔ حضرت عبداللہ بن المبارک رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر اور انصاف گستر خلیفہ ہوئے ہیں کیا ان کا رتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان قبول کیا تھا' ان کے گھوڑے کے ناک سے نکلنے والا غبار بھی عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ سے افضل ہے۔ یہ عقیدہ اور یہ گفتگو ان لوگوں کی ہے جو علم و فضل کی بلندیوں پر فائز تھے۔ یہ لوگ اکابر صحابہ میں سے نہیں تھے انہوں نے صرف ان کی زیارت کی تھی۔

صحابہ کرام کی شان کا کیا کہنا وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ایمان لائے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے چہرہ انور کے انوار حاصل کئے تھے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں رہ کر جہاد کئے۔ آپ کے حکم پر سر تسلیم خم کر کے جانیں دیں۔ شریعت کے احکام سیکھے۔ اپنا مال و منال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے ارشاد پر قربان کیا۔ ان کی افضلیت اور بلندی درجات پر شک کرنا ایمان کی کمزوری ہے۔ شیخین (حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اکابر صحابہ میں سے تھے۔ یہ دونوں تمام صحابہ کرام میں سے افضل ہیں۔ ان کی شان میں کمی کرنا' انہیں برا بھلا کہنا' ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔

امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "محیط" میں لکھا ہے کہ رافضی کی امامت میں نماز جائز نہیں۔ وہ خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی۔ تمام اکابر صحابہ کرام سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے قائل تھے۔ تمام اکابر صحابہ کرام افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مانتے تھے۔ تمام اکابر صحابہ آپ کے مراتب کی قدر کرتے تھے۔

اسی طرح جو شخص سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کرتا ہے اصح الاقوال میں اس کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی۔ ان کی خلافت

کا منکر کافر ہے۔ ان کو گالی دینے والا، برا کہنے والا ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ شیعہ اور رافضی تو قرآن پاک اور احادیث کی روشنی میں کافر ہیں۔ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے کئی مکتوبات میں رافضیوں کے عقائد کی وضاحت کرتے ہوئے ان پر تنقید کی ہے۔ ان مکتوبات کے مطالعہ سے ایک طرف صحابہ کرام کی شان اور عظمت کا علم ہوتا ہے، دوسری طرف رافضیوں کی بداعتقادی کا علم ہوتا ہے۔ اب ہم اپنے قارئین کی سہولت کے لئے ان مکتوبات کی نشاندھی کرتے ہیں جن میں صحابہ کرام کی عظمت اور رافضیوں کے عقائد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

☆ دفتر اول ، مکتوب ۵۴ = بدعتی کی صحبت سے دور رہنا چاہئے۔ اس کی صحبت کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ تمام بدعتی فرقوں میں سے بدتر وہ فرقہ ہے جو صحابہ کرام سے بغض رکھتا ہے۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب وشتم کرتا ہے۔

☆ دفتر اول ، مکتوب ۵۹ = اہلسنت و جماعت کے عقیدہ کے بغیر نجات ممکن نہیں۔

☆ دفتر اول ، مکتوب ٦٦ = ایک صحابی کی فضیلت حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عاشق رسول اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ جیسے منصف مزاج خلیفہ سے بلند تر ہے۔

☆ دفتر اول ، مکتوب ۸۰ = امت رسول ﷺ میں تہتر فرقوں میں سے ناجی فرقہ صرف اہلسنّت و جماعت ہے اور بدعتی فرقے قابل مذمت ہیں۔

☆ دفتر اول ، مکتوب ۲۵۱ = حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق

رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعظیم و توقیر سب صحابہ سے زیادہ ہے۔ اس مکتوب میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجتہادی خطا کو منکر کہا ہے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے۔

☆ دفتر اول ' مکتوب ۲۶۶ = حضرات صحابہ کرام کی ترتیب اسمی افضلیت اور خلافت کی ترتیب ہے۔

☆ دفتر اول ' مکتوب ۱۵ = ایک شیعہ خطیب کا خطبہ عید میں خلفائے ثلاثہ کے ذکر کو چھوڑنے دینے پر تنقید۔

☆ دو دفتر دوم ' مکتوب ۳۶ = صحابہ کرام کی فضیلت پر تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔

☆ دفتر دوم ' مکتوب ۶۰ = مسئلہ امامت پر بحث کی گئی ہے۔

☆ دفتر دوم ' مکتوب ۶۷ = خلافت اور امامت پر گفتگو کی گئی ہے۔

☆ دفتر سوم ' مکتوب ۹۶ = مسئلہ قرطاس یعنی مرض موت پر کاغذ طلب کرنے کی وضاحت ہے۔

☆ دفتر سوم ' مکتوب ۹۹ = صحابہ کرام کو تمام امت سے افضل لکھا گیا ہے۔

☆ دفتر سوم ' مکتوب ۷۵ = اہلسنّت کی عقائد دینیہ پر گفتگو کی گئی ہے۔

☆ دفتر سوم ' مکتوب ۲۴ = صحابہ کرم کا باہمی شیر و شکر ہونا اور ایک دوسرے پر مہربان ہونا زیر بحث آیا ہے۔

صحابہ کرام کی لغزشیں

یاد رہے کہ شیعہ لوگ حضرات صحابہ کرام سے قلبی بغض کی وجہ سے

ان لوگوں کو بدظن کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں بعض قادری، مجددی بھی کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ نہ قادری ہیں نہ مجددی، بلکہ یہ نص قرآنی کے منکر لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی شان میں رحما بینھم فرمایا ہے۔ اور یہ لوگ ان پر اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے ایسے لوگوں کو بدعقیدہ قرار دیا ہے۔

"تفسیر عزیزی" کے مصنف نے لکھا ہے اگرچہ بعض صحابہ سے غلطیاں ہوئیں، گناہ بھی ہوئے، زنا اور شراب نوشی کے واقعات بھی سامنے آئے۔ بعض پر شرعی حدود بھی نافذ ہوئیں، قذف صادر ہوا۔ انہیں سزا دی گئی۔ بعض زناکاری کے مرتکب ہوئے انہیں رجم کیا گیا۔ ان تمام اعمال کے باوجود وہ قابل صد احترام ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود یا صحابہ کرام میں سے کسی ایک نے ان کی مذمت یا بدنامی پر گفتگو نہیں کی۔ اندریں حالات اہل اسلام کو بھی ایسے واقعات پر خاموشی اختیار کرنا چاہئے۔ طعن و تشنیع نہیں کرنا چاہئے۔ ہاں اگر کوئی صحابی ارتداد یا منافقت کا مرتکب ہوا تھا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہی آگاہ کر دیا تھا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی تھے۔ آپ نے کوئی ایسی بات کہہ دی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انک امرء فیک جاھلیة "تم میں ابھی تک زمانہ جاہلیت کے اثرات موجود ہیں" تو اس بات پر مسلمانوں کو زیب نہیں دیتا کہ وہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جاہل کہتے رہیں۔

آپ ﷺ کے ایک اور صحابی ابو جہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ وہ اپنی درشت قلبی کے پیش نظر اپنی بیوی بچوں اور ملازموں کو زدوکوب کیا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لا ینفع عصاہ عن

عاتقہ" کہ اس کا یہ ظالمانہ طریقہ ہے " اس پر مسلمانوں کے لئے ضروری نہیں کہ ابو جہم کو ظالم کہتے رہیں۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث پاک موجود ہے۔

صحابہ کرام سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگیوں پر نظر ڈالیں تو ہمیں ایسے الفاظ ملتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کے لئے لفظ عتاب استعمال کیا۔ اس سے یہ مراد نہیں لی جاسکتی کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام پر عتاب نازل کرتا تھا۔ عصیٰ آدم ربہ فغویٰ حضرت آدم علیہ السلام سے غلطی ہوئی، لغزش ہوئی۔ تو یہ بات مناسب نہیں کہ ہم حضرت آدم علیہ السلام کو عاصی اور غاوی کہتے جائیں۔ قرآن پاک میں حضرت یونس علیہ السلام کی ایک دعا ہے لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین○ "اے اللہ تو پاک ہے مگر میں ظالمین میں سے ہوں " اس آیت کریمہ کے الفاظ کو پڑھ کر حضرت یونس علیہ السلام کو ظالموں میں سے تصور کرنا کفر ہے۔

صحابہ کرام سے دیدہ دانستہ گناہ صادر نہیں ہوئے تھے۔ وہ عمداً گناہوں سے پاک تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زندگی کے آخری حصہ میں صحابہ کرام سے بے شمار احادیث سنیں۔ اس لئے وہ بعض ملکی اور دینی مسائل میں دخل دیا کرتے تھے۔ اجتہادی طور پر بعض معاملات کو طے کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ انہ فقیہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بہت بڑے فقیہ ہیں۔ یہ حدیث پاک " فتاوی عزیزی " میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ حضرات اہلسنّت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام یا ملائکہ کے بغیر کوئی ایسی شخصیت نہیں جسے معصوم قرار دیا جائے۔ صحابہ کرام سے جو خطائیں ہوئیں ان پر انہیں فاسق و فاجر نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح اگر کوئی صحابی یا بزرگ اپنے آپ کو ازراہ انکساری ذلیل، حقیر یا فقیر کہتے رہیں۔ لیکن ہم انہیں ایسا نہیں کہیں گے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اللھم انی ذلیل فاذنی (حصن حصین) "اے اللہ میں تیرا عاجز بندہ ہوں" اب اگر کوئی شخص اس قول کو سامنے رکھتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان مبارک میں ایسے لفظ استعمال کرے گا تو کافر ہو جائے گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا عمار رضی اللہ عنہ کو کافروں کی ایک جماعت قتل کرے گی۔ آپ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لوگوں نے شہید کیا تھا۔ آج کے دشمنان معاویہ رضی اللہ عنہ شور مچاتے رہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باغی تھے' یہ بات قرآن پاک اور احادیث سے سامنے آتی ہے۔ کہ کسی صحابی کی خطا یا غلطی پر انہیں طعن و تشنیع کرنا گناہ ہے' کفر ہے۔ تو آج کے سید کہلانے والے شیعہ کس منہ سے حضرات صحابہ کو گالیاں دیتے رہتے ہیں اور کس طرح کفر سے بچ سکتے ہیں۔ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آل کہلاتے ہیں حالانکہ آل کا معنی صرف اولاد ہی نہیں بلکہ تابعدار بھی ہوتا ہے اور تابعدار وہ ہوتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشادات پر پابندی سے عمل کرے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا یعنی "جو کچھ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دیں اس کو پکڑ لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔" جو لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فرمان کو دل و جان سے قبول نہیں کرتے اور اس پر بخوشی عمل نہیں کرتے اور جھگڑوں میں پڑ کر حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے رہتے ہیں وہ کیسے مسلمان کہلاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلا و ربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا

تسلیما ○ "یارسول اللہ! آپ کے پروردگار کی قسم کہ یہ لوگ اس وقت تک اہل ایمان نہیں کہلا سکتے جب تک یہ آپ کو ہر معاملہ میں اپنا حاکم یا راہنما نہ مان لیں۔ وہ جب کسی بات میں اختلاف کریں تو آپ کے احکام کو ایسے تسلیم کریں جیسے تسلیم کرنے کا حق ہوتا ہے۔ (پارہ ۵' سورۃ النساء' رکوع ۹)

آج شیعہ اپنے آپ کو سید کہلاتے ہیں' آل رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ احکام قرآنی ارشادات نبوی ﷺ کو تسلیم کرنا یا اس پر عمل کرنا تو درکنار ان سے انکار کرتے جاتے ہیں۔ انصاف کریں کہ ایسے نافرمان مسلمان کہلانے کے حقدار ہیں۔ کیا انہیں مومن کہا جاسکتا ہے۔ پھر ان نافرمانوں کے اردگرد ایک ایسا حلقہ جمع ہو جاتا ہے جو انہیں نذر و نیاز دیتے ہیں اور ان کے ہاتھ پاؤں چومتے ہیں اور ان کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق قرآن حکیم نے فرمایا و من یتولھم منکم فانہ منھم جو شخص ایسے لوگوں سے میل جول رکھتا ہے وہ بھی ان میں سے ہے۔ صحابہ کرام سے بغض رکھنے والے انہیں منافق اور فاسق کہتے ہیں۔ دل میں عداوت رکھتے ہیں۔ یہ کیسے مسلمان ہیں' کس منہ سے سید کہلاتے ہیں۔ کس جرات سے آل رسول بنتے ہیں؟ قرآن پاک تو صحابہ کرام کے متعلق یقین دلاتا ہے کہ اذکنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا ○ تم لوگ ایک دوسرے کے دشمن تھے' اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے الفت و محبت بھر دی اور تم اس کی نعمتوں سے مالامال ہو کر ایک دوسرے کے بھائی بن گئے۔ اوس و خزرج کے مدنی قبائل ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ کئی جانوں کو قتل کر چکے تھے۔ جب وہ دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے وابستہ ہوئے' ایمان لائے' مسلمان ہوئے' مشرف بااسلام ہوئے' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی صحبت میں رہ کر ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے'

بھائی بھائی بن گئے۔ آپس میں شیر و شکر ہو گئے۔

ایسے لوگوں کے متعلق بد زبانی کرنا کتنا بڑا جرم ہے۔ یہ ظالم لوگ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے صحابہ کو برا بھلا بھی کہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی صحبت سے اہل ایمان کو دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ من جامع المشرکون فھو منھم جو شخص مشرکین اور کفار کے ساتھ میل جول رکھتا ہے وہ ان میں سے شمار ہو گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اپنے ارشادات متواترہ میں فرمایا کہ جو شخص میرے صحابہ کو ایذاء دیتا ہے ان سے بغض و عداوت رکھتا ہے وہ مجھے ایذا دیتا ہے۔ ان الذین یوذون اللہ و رسولہ جو لوگ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں وہ ایمان سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہو گا۔

صحابی کون ہے؟

محدثین کرام نے اس شخص کو صحابی رسول تسلیم کیا ہے جو ایمان کی دولت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے روئے انور کی زیارت سے مشرف ہوا ہو۔ جس شخص نے کلمہ پڑھا خواہ ایک بار ہی حضور پرنور ﷺ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے چہرہ انور کی زیارت کی وہ صحابی ہے۔ پھر جو شخص کاتب وحی ہو، نسب میں رشتہ دار ہو، ہادی ہو، مہدی ہو، حلیم ہو، فقیہ ہو، اس کے متعلق بدزبانی کرنا کہاں کی مسلمانی ہے اور کس طرح مومن کہلا سکتا ہے۔ ایسے صحابی کو طعن و تشنیع کرنا، برا بھلا کہنا، کہاں کی مسلمانی ہے۔ جو رافضی لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں وہ کس منہ سے سید کہلاتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا طوفان میں غرق ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے

اسے نافرمانی کی وجہ سے اپنے نبی کی اولاد تسلیم نہیں کیا اور انہ لیس من اھلک "یہ تمہاری اولاد نہیں ہے" کہہ کر اسے غرق کر دیا۔ وجہ یہ بیان فرمائی انہ عمل غیر صالح "اس کے اعمال اور کردار برے ہیں" اب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرنے والے کس منہ سے مسلمان ہونے یا سید کہلانے کے حق دار ہیں۔

خارجی طبقہ کے لوگ بھی رافضیوں اور شیعوں کی طرح گمراہ ہیں۔ وہ اہل بیت اطہار سے بغض رکھتے ہیں۔ انہیں برا بھلا کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا ایک فرقہ تو آپ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے ہلاک ہو گا اور دوسرا فرقہ آپ سے بغض و عداوت کی وجہ سے ایمان سے محروم ہو جائے گا۔ اس حدیث پاک کی تشریح ہمارے استاد گرامی حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "توضیح الدلائل" (تصریح اجاث فرید کوٹ، صفحہ ۲۳ تا ۲۶) کی ہے۔

یاد رہے دین اسلام کے چار ستون ہیں۔ قرآن، حدیث، اجماع امت اور مجتہدانہ قیاس۔ یہ چاروں ستون قرآن پاک کے ارشاد میں متعین کئے گئے ہیں۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا۔ ومن یشاق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ و یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی و نصلہ جھنم وساءت مصیرا جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے اور ہدایت پانے کے بعد ان راہوں پر چل نکلتا ہے جو دین اسلام کے علاوہ ہیں وہ جن لوگوں سے محبت کرے گا اس کا انجام ان کے ساتھ ہو گا اور جہنم میں ڈالا جائے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے جو اس جماعت سے علیحدہ ہو گیا وہ سیدھا جہنم میں گیا۔ جس بات پر امت کا اجماع ہو گا وہی بات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند ہو گی۔ جو

اس سے منکر ہوا وہ جماعت سے علیحدہ ہو گیا۔ اس حدیث پاک کو ترمذی میں بیان کیا گیا ہے۔ اور "موضع القرآن" میں اس کی تشریح دیکھی جاسکتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان اللہ لا یجمع امتی (او قال امتہ محمد) علی الضلالۃ اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہ نہیں ہونے دے گا۔ یہ امت رسول ﷺ کی بڑی خاصیت اور فضیلت ہے۔ یہ امت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور سابقہ امتیں متفقہ طور پر بعض دفعہ گمراہی میں اتفاق کر لیا کرتی تھیں اور امت محمدیہ ﷺ اگر متفق ہوتی ہے یا اس کا اجماع ہوتا ہے تو وہ حق اور صواب پر ہوتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے۔

جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ

ویداللہ علی جماعتہ ومن شذ شذ فی النار جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ جو اس سے جدا ہوتا ہے وہ جہنم میں جائے گا۔ اس حدیث پاک کو حضرت شیخ محدث و محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی وضاحت سے لکھا ہے۔ سنن دارمی میں بھی یہ حدیث پاک موجود ہے۔ جس کی روایت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی ہے۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ قرآن پاک کی نص آیات سے فیصلہ کیا کرتے تھے۔ اگر نص قرآنی نہ ملتی تو حدیث رسول کریم ﷺ کو سامنے رکھتے۔ اگر احادیث پاک میں بھی دلیل نہ ملتی تو دوسرے صحابہ کرام سے مشورہ کرتے اور فیصلہ کرتے تھے۔ اگر کوئی صحابی راہنمائی کرتا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرتے تھے۔ اگر کوئی صحابی بھی ایسی حدیث بیان نہ کرتا جس سے فیصلہ کرنے میں مدد مل سکتی تو آپ صحابہ کرام کو جمع فرماتے اور اس مسئلہ میں مشورہ فرماتے۔ اسی کا نام اجماع ہے۔

اجماع امت کی دلیل

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاضی شریح کو لکھا کہ ہمیشہ قرآن پاک کی آیات کی روشنی میں فیصلہ کیا کرو' اور اس سے سرمو تجاوز نہ کیا کرو۔ اگر قرآن پاک سے نہ ملے تو احادیث نبوی ﷺ کو سامنے رکھو۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو اجماع سے فتویٰ دیا کریں۔ اگر اجماع بھی نہ ہو تو اجتہاد سے حکم کیا کریں یہ ہی بہتر ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفا کے بعد "اعلم" تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مسئلہ سامنے آئے تو قرآن پاک سے راہنمائی حاصل کیا کرو۔ اگر قرآن پاک سے نہ ملے تو احادیث نبوی ﷺ سے روشنی حاصل کرو۔ اگر احادیث میں نہ ہو تو نیکوکار اور عالم صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرو۔ پھر اسے کسی قسم کا شک و شبہ میں نہیں پڑنا چاہئے کیونکہ صحابہ کا اجماع کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ یہ احادیث اور روایات سنن دارمی اور نسائی میں موجود ہیں اور ایسا ہی امام احمد اور ابوداؤد کی روایات میں آیا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے' بہتر تو دوزخ میں جائیں گے اور ایک بہشت میں جائے گا۔ وھی الجماعۃ یہ فرقہ سنت اور حق پر جمع ہونے والے ہیں۔ وہ سلف کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور صراط مستقیم پر گامزن ہیں۔ حضرت شیخ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اجماع امت کا اتباع ضروری ہے۔ اجماع واجب الاتباع ہے۔ قرآن پاک سے اجماع امت کی دلیل ملتی ہے۔ اگر کوئی مجتہد اجتہاد کرنے کے بعد فیصلہ کرتا ہے تو اسے اس کا ثواب ملتا ہے۔ اور اس پر عمل کرنا شریعت کے عین مطابق ہے۔

سورۃ الانبیاء میں ارشاد ہوتا ہے داؤد سلیمان اذ یحکمان فی

الحرث اذنفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمھم شاھدین ففھمناھا سلیمان وکلاً اتینا حکماً وعلما " جب حضرت داوٗد اور حضرت سلیمان علیہما السلام رات کو کھیتوں میں بکریاں چرانے کے مسئلہ پر فیصلہ کرنے لگے ہم نے ان دونوں کو فیصلہ سمجھا دیا تھا اور انہیں علم دے دیا تھا۔"

کھیت میں بکریاں چرنے پر مسئلہ

حضرت داوٗد علیہ السلام کے زمانہ اقتدار میں ایک قبیلے کی بکریاں رات کے وقت دوسرے قبیلے کے کھیت میں چرتی رہیں اور ان کے کھیت اجاڑ دیئے۔ تو حضرت داوٗد علیہ السلام نے حکم دیا کہ کھیت والوں کو بکریاں دے دی جائیں' مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ کھیتی والے صرف بکریوں کا دودھ لے سکتے ہیں۔ جب تک وہ کھیتی دوبارہ اس حالت میں نہ آجائے۔ دونوں کے فیصلے اجتہادی تھے۔ مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ زیادہ مناسب تھا۔ اس فیصلے کو " موضع القرآن ' فتح الرحمٰن ' معالم التنزیل " میں احادیث کی اسناد کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

ایسا ہی ایک مقدمہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ دو عورتیں اپنے بیٹوں کو لے کر کسی جنگل میں گئیں اور انہیں وہاں سلا دیا۔ ایک بھیڑیا آیا اور ایک بچے کو اٹھا کر لے گیا۔ دونوں آپس میں جھگڑنے لگیں اور زندہ بچے کی ملکیت کا دعویٰ کرنے لگیں۔ حضرت داوٗد علیہ السلام نے فیصلہ دیا کہ بڑی عورت کو بچہ دے دیا جائے۔ پھر وہ دونوں اپنا مقدمہ لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس چلی گئیں اور حضرت داوٗد علیہ السلام کے فیصلے سے آگاہ کیا' آپ نے فرمایا نہیں میرے پاس ایک چھری لے آؤ میں لڑکے کو کاٹ کر آدھا آدھا دونوں میں بانٹ دیتا ہوں۔ چھوٹی عورت نے کہا حضور اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے ایسا نہ کریں' یہ لڑکا بڑی کو دے دیں' یہ اسی کا

ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ لڑکا چھوٹی کو دے دیا۔ یہ ہے اجتہادی انداز جسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو اپنانے کا حکم دیا ہے۔

اجتہاد کی اہمیت

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اذا الحکم الحاکم فاجتھدثم اصاب فلہ اجران واذا حکم واجتھد فلہ اجر ○ اس حدیث پاک کا ترجمہ لکھتے ہوئے ایک غیر مقلد مولوی خرم علی نے "مشارق الانوار" میں لکھا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب حاکم یا قاضی کوئی فیصلہ کرنے لگے تو مقدور بھر اس بات پر محنت اور کوشش کرے۔ اگر وہ درست نتیجے پر پہنچ کر فیصلہ کرنے پر قادر ہو گیا تو اسے دو بار ثواب ملے گا۔ لیکن محنت اور کوشش کے باوجود فیصلے میں کوئی غلطی رہ گئی تو پھر بھی اسے ایک بار ثواب ملے گا۔ یعنی اگر اس حاکم نے قرآن پاک اور احادیث کی روشنی میں فیصلہ کرنے کی کوشش کی مگر اسے ایسا مسئلہ حل کرنے کے لئے کوئی دلیل نہ ملی تو محنت اور کوشش (اجتہاد) سے کام لیتے ہوئے فیصلہ کر دیا تو اسے دو ثواب حاصل ہوں گے اور اگر اسے فیصلہ کرنے میں نادانستہ غلطی ہوئی پھر بھی اسے ایک ثواب ملے گا۔ قرآن پاک و احادیث مبارکہ سے راہنمائی نہیں ملی' آثار صحابہ سے کوئی بات نہ ملی' اجماع امت میں بھی اسے کوئی واقعہ نہ ملا تو اسے قیاس کرنا چاہئے۔ تو اسے درست فیصلہ کرنے پر دو ثواب ملیں گے ورنہ ایک ثواب۔

اجتہاد کی اہلیت

فقہ میں اجتہاد کرنے کے لئے کچھ شرائط ہیں اور مجتہد کی اہلیت و قابلیت کا ایک معیار مقرر کیا گیا ہے۔ ہر شخص بلکہ عالم فاضل اجتہاد نہیں کر

سکتا۔ اہلسنّت کے ہاں چار بڑے جلیل القدر مجتہد ہوئے ہیں۔ ان کے اپنے اپنے مذاہب ہیں اور مجتہد فی المذاہب اجتہاد کی تمام شرائط پوری کرتا ہے۔ ان چاروں کے مراتب اور مقام کو کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکتا۔ یہ حضرات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اور صحابہ کرام کے زمانے کے بہت قریب تھے۔ جن حالات اور مسائل پر ان حضرات کی رسائی تھی آج بڑے سے بڑا عالم بھی ان مسائل کو حل نہیں کر سکتا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ احادیث جو صحیحین نے لکھی ہیں اس مسئلہ پر روشنی ڈالتی ہیں۔ آپ نے فرمایا لا یصلین احدکم لظہر و یروی العصر الی فی بنی قریضیۃ اس حدیث پاک کی وضاحت کرتے ہوئے مولوی خرم علی وہابی لکھتا ہے کہ بخاری اور مسلم میں ایک حدیث پاک ہے جسے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ کوئی شخص ظہر کی نماز ادا نہ کرے حتیٰ کہ عصر کی بھی نہ پڑھے جب تک ہم بنی قریظہ میں نہ پہنچ جائیں۔ آپ ایک تیز رفتار سفر میں تھے اور کفار کے مختلف قبائل میں سے حالت جنگ میں تھے۔ صحابہ کرام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم پر چلتے گئے، عصر کا وقت راستہ میں ہی ختم ہونے لگا۔ بعض حضرات نے اس خطرہ سے عصر کی نماز ادا کر لی کہ شام نہ ہو جائے۔ مگر بعض نے اس لئے نماز نہ پڑھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم تھا کہ بنو قریظہ میں پہنچنے کے بعد نماز پڑھی جائے۔ کیونکہ آپ نے وہاں جلدی پہنچنا تھا۔ وہ چلتے گئے تاکہ بنو قریظہ وقت پر پہنچ سکیں۔ ہم چلتے جائیں گے خواہ نماز کا وقت جاتا رہے۔

اب یہ مسئلہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں سامنے لایا گیا۔ جن حضرات نے نماز راستہ میں پڑھ لی ان کا نکتہ نظر پیش کیا گیا۔

جنہوں نے نماز نہ پڑھی ان کا خیال بھی پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ کسی پر ناخوش نہ ہوئے۔ دونوں کو اچھا جانا۔ ایک نے اجتہاد کیا کہ نماز ضائع نہ ہو، راہ میں نماز پڑھ لی۔ ایک نے اجتہاد کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے سر مو تجاوز نہ ہو گا۔ بعض نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے ظاہری الفاظ پر عمل کیا، بعض نے تیز رفتاری کی وجہ سے نماز کو فوت نہ ہونے دیا۔ دونوں کا قیاس اور اجتہاد درست تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو حق پر قرار دیا۔

اہلسنّت و جماعت چاروں اماموں کے اجتہاد اور قیاس کو درست قرار دیتے ہیں۔ مگر آج کا جھگڑالو مولوی اصرار کرتا ہے کہ دین محمدی میں اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔ یہ چاروں مذاہب اختلاف کی بنا پر پیدا ہوئے ہیں۔ وہ ان کو تسلیم نہیں کرتا۔ وہ تقلید سے اجتناب کرتا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی اجتہادی سوچ کی تعریف

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر صحابہ میں تسلیم کئے جاتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو یمن کا گورنر مقرر کیا تو پوچھا کہ وہاں جا کر تم کیسے فیصلے کیا کرو گے۔ فکیف تقضی اذا عرض لک قضاء جب تمہارے سامنے فیصلہ کرنے کے لئے کوئی مقدمہ آئے گا تو کس طرح فیصلہ کیا کرو گے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضی بکتاب اللہ میں اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔ فرمایا فان لم تجد فی کتاب اللہ اگر تم نے کتاب اللہ میں وہ مسئلہ نہ پایا؟ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! بسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے فیصلہ کروں گا۔ قال فان لم تجدنی

سنتہ رسول اللہ اگر تمہیں سنت رسول میں بھی حل نہ ملا تو پھر کیا کرو گے۔
کہنے لگے اجتہد رائی میں اپنی رائے اور قیاس سے مسئلہ حل کروں گا۔ عقل و
فکر سے کوشش کروں گا اور اجتہادی قوت کو بروئے کار لاؤں گا۔ قال فضرب
رسول اللہ فی صدری یہ بات سن کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے
میرے سینے پر ہاتھ پھیرا اور بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور کہا الحمد للہ الذی و
حق رسول اللہ لما یرضٰی بہ رسول اللہ اللہ کی تعریف ہے جس نے اپنے
رسول کو پیغام دے کر بھیجا اور معاذ کو اس پر چلنے کی توفیق دی۔

یہ ہے اجتہاد کی بنیاد اور یہ ہے قیاس کی اصل جس پر حضور نبی کریم
صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے خوشی کا اظہار فرما کر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کو دعا دی تھی۔ اس حدیث پاک سے اجتہاد اور قیاس کی مشروعیت واضح ہو
جاتی ہے اور آج کے ظاہر بین علماء جو قیاس کے منکر ہیں ان کی سوچ باطل ہو
جاتی ہے۔

حضرت شیخ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث پاک کا ترجمہ
کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دارمی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی روایت موجود ہے کہ جب کوئی شخص آپ سے مسئلہ پوچھتا تو آپ
قرآن پاک کی آیات کریمہ سے جواب دیتے۔ جب قرآن کا حکم نہ ملتا تو آپ
حدیث نبوی ﷺ سے جواب دیا کرتے تھے۔ جب حدیث پاک سے بھی راہنمائی
نہ ملتی تو شیخین کے فیصلوں سے فتویٰ دیتے۔ اگر ایسا بھی نہ ہوتا تو اجتہاد فرماتے
اور قیاس سے جواب دیتے تھے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رویہ تھا۔
آپ لوگوں کو فرمایا کرتے تھے قرآن پاک سے فیصلہ دیا کرو، اگر نہ ملے تو
احادیث رسول ﷺ کو سامنے رکھو، اگر احادیث سے بھی حل نہ ہو تو مسلمانوں

کے اجماع سے فیصلہ کرو۔ اگر اجماع صحابہ اور اجماع امت میں بھی جواب نہ ملے تو اجتہاد کرو۔ قیاس سے کام لو۔ حلال و حرام ظاہر میں۔ شک کی بات چھوڑو اور پورے اعتماد سے فیصلہ کرو۔

ان احادیث کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اسلام میں اجماع امت و اجتہاد اور قیاس ہی مسائل کے حل کا معیار ہیں۔ تمام دینی کتابوں میں چار امام مذاہب کو تسلیم کیا گیا ہے اور ان کے اجتہاد کو تسلیم کیا گیا ہے۔ تفسیر "فتح العزیز" میں سورۂ الم کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں اسلام میں چار اساطین ہیں جو مسائل کے حل کی بنیاد ہیں۔ قرآن' حدیث' اجماع امت اور قیاس۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی مشکوۃ کا ترجمہ اور تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگرچہ ابوداؤد' ابن ماجہ میں یہ روایت موجود ہے کہ علم کے سرچشمے تین ہیں۔ قرآن' حدیث اور فریضہ عادلہ ۔ فریضہ عادل کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں مثل و عدیل قرآن سنت است "کہ یہ قرآن و سنت کی طرح مستند طریقہ ہے" اجتہاد اور قیاس کو قرآن و سنت کی طرح مستند اور معتبر طریقہ حل مسائل قرار دیا ہے۔

ملا علی قاری مشکواۃ کی شرح مرقات کے باب العلم میں لکھتے ہیں کہ مستدرک اور حاکم نے اس حدیث پاک کو صحیح لکھا ہے اور قرآن و حدیث کے بعد اجماع امت اور قیاس کو نہایت اہمیت دی گئی ہے۔ ہم یہاں سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں قال خرج رجلان فی سفر حضرت الصلوۃ ولیس معھما ماء فتیمما صعیداً طیباً فصلیا ثم وجدا لماء فی الوقت فاعاد احدھما الصلوۃ بوضو ولم یعد الاخر ثم اتیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بینا لہ ذالک فقال الذی لم یعد اصبت السنۃ واجزاک فقال الذی توضاء وانما ولک الذین

دو صحابی ایک سفر پر نکلے' راستہ میں نماز کا وقت آ گیا مگر ان کے پاس وضو کے لئے پانی نہ تھا۔ دونوں نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی' آگے چلے تو نماز کے وقت کے اندر ہی پانی مل گیا۔ ایک صحابی نے پانی سے وضو کر کے نماز دوبارہ پڑھ لی' دوسرے نے سابقہ نماز کو ہی درست جانتے ہوئے نماز نہ پڑھی۔ واپس آئے تو یہ مسئلہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اس صحابی کو مخاطب فرماتے ہوئے فرمایا جس نے دوبارہ نماز نہیں پڑھی تھی تم نے سنت پر عمل کیا اور تمہاری نماز کامل ہے۔ جس نے دوبارہ نماز ادا کر لی اسے فرمایا کہ تم کو بڑا ثواب ملا۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن و سنت اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اجتہاد اور قیاس نہایت ہی مستند اور معتمد طریقہ ہے۔

اب ہم اصل مسئلہ کی طرف لوٹتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ خلافت کے دوران ایک طویل عرصہ تک شام کے گورنر رہے اور اسی طرح وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں بھی شام کے گورنر رہے۔ یہ کوئی بیس سال کا عرصہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں وہ امین تھے' کاتب وحی تھے' عالم تھے' مجتہد تھے' ہادی تھے' مہدی تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر مجتہد تھے

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ "عقد الجید" میں لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد تھے۔ انہوں نے جنگ صفین اور جنگ جمل میں اجتہادی طور پر قصاص عثمان پر عمل کیا۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اس اجتہاد کو تسلیم کرتے ہیں۔ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کو مجتہد اور فقیہ مانتے ہیں۔ وہ ان جنگوں میں آپ کو اجتہادی خطا کے باوجود ثواب کا مستحق مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک مجتہدین کی خطا بھی ثواب ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابہ کے اجتہادی فیصلے اور اجتہادی امور نسل در نسل امت مسلمہ کی راہنمائی کرتے رہے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جن صحابہ کرام کو حکام بنا کر بھیجتے ان کے اجتہادی اور قیاسی رویہ کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ ان کے اس انداز پر خوش ہوتے تھے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ سامنے رکھئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس سال امارت کی۔ بہت سے مسائل اپنے اجتہاد سے حل فرماتے رہے۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص کا مسئلہ سامنے آیا تو آپ نے یہاں بھی اجتہاد کیا مگر ان اجتہادی فیصلوں میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حق پر تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجتہادی خطا پر تھے مگر انہیں بھی ثواب ملے گا اور انہیں خاطی فی الاجتہاد کہا جائے گا۔

فقہ کی بے شمار کتابیں فقہا کی اجتہادی کوششوں کے واقعات سے بھری پڑی ہیں اور ان کے فیصلے زریں الفاظ میں لکھے گئے ہیں۔ ان کے اختلافات اجتہادی اور رضائے الٰہی کے لئے تھے۔ وہ اپنے ذاتی اغراض سے فیصلے نہیں کیا کرتے تھے۔

بخاری شریف میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

بخاری شریف کی جلد دوم کے آخری حصہ میں حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تذکرہ ہے عن ابن ابی ملیکۃ قال اوتر معاویۃ بعد العشاء برکعۃ و عندہ لا مولی لا بن عباس فاتی ابن عباس

فقال دعه فانه قد صحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نما رین ابی ملیکۃ قیل لا بن عباس ھل لک فی امیر المومنین معاویۃ فانه ما اوتر الا بواحدۃ قال انه فقیه۔

اس حدیث پاک کی شرح " تیسر القاری " کی جلد سوم میں لکھی ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے کہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز وتر ادا کی۔ ایک رات عشاء کی نماز ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام کے پاس ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے صرف ایک رکعت وتر ادا کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا غلام کو چھوڑو اور ان پر اعتراض نہ کرنا کیونکہ وہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں۔ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین وتر نماز پڑھا کرتے تھے اور تین وتر ہی مذہب حنفیہ میں رائج ہیں۔

حضرت نافع بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی ہے کہ مجھے ابن ملیکہ نے بتایا کہ حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عشاء کی نماز کے بعد ایک رکعت وتر ادا کئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام بھی تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس بات کو چھوڑ' اعتراض نہ کرو' وہ ایک عرصہ تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں رہے ہیں آپ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا۔ انہوں نے دیکھا ہو گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وتر کی ایک رکعت ادا کی ہو گی۔ لیکن اکثر صحابہ کرام تین رکعت پڑھا کرتے تھے۔ اس لئے مذہب حنفیہ میں حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کبھی اعتراض نہیں کیا کہ انہوں نے ایک رکعت وتر پڑھی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ مجتہد ہیں اگر انہوں نے ایک رکعت پڑھی ہے تو کوئی اعتراض نہ کریں۔ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے۔

اہلسنّت و جماعت کی اعتقادی تحریروں پر ایک نظر

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب "یواقیت والجواہر" کی جلد دوم میں فرماتے ہیں کہ حضرات اہلسنّت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام صحابہ عادل اور صادق تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد قصاص میں جو دیر ہوئی اس سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔ نوبت جنگ و جدال تک پہنچی۔ مگر اس اجتہادی اقدام پر صحابہ کرام کو سب و شتم کرنا نہایت ہی ناگوار ہے۔ بعض حضرات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر میں رہے، بعض علیحدہ ہو گئے۔ ان تمام کے لئے نیک ظن رکھنا چاہئے۔ وہ مجتہد تھے اور ایک مجتہد مصیب ہے۔ اگر مجتہد خطاء بھی کرے تو اسے ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے۔ انہیں اجر ملے گا۔

صحابہ کرام کے متعلق تاریخ کی بعض کتابوں میں بے سروپا باتیں لکھی گئی ہیں۔ انہیں صحیح مان کر اپنے عقیدہ کو خراب نہیں کرنا چاہئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کو ان کے خون سے پاک کر دیا۔ اب ہمیں اپنی زبانوں کو بھی ان کی غیبت اور الزام تراشی سے پاک رکھنا چاہئے۔ پھر جن صحابہ کرام کی کوششوں سے ہمیں اسلام قبول کرنا نصیب ہوا اور ہمیں دولت ایمان ملی ان کے وسیلہ سے بہت سی نعمتیں ملیں ہم کیوں ان سے بدگمانی کا اظہار کریں۔ خصوصاً ہمیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کے متعلق اپنی زبانوں کو پاک رکھنا چاہئے۔ رافضی اور شیعہ ان معاملات کو پھیلاتے رہتے ہیں۔ شارع علیہ السلام کے علاوہ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ کسی صحابی کو برا بھلا کہے۔ یہ جھگڑے اہل بیت اور صحابہ کرام کے

درمیان تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف

کمال ابن شریف فرماتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خلافت کے استحقاق میں کبھی اختلاف نہیں کیا بلکہ اختلاف تو صرف حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کے قصاص پر تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رشتہ دار بار بار قصاص کا مطالبہ کر رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توقف پر انہیں یہ غلط فہمی ہوئی کہ شاید حضرت علی کرم اللہ وجہہ مجرموں کی رعایت کر رہے ہیں۔ حالانکہ صحیح صورت حال یہ تھی کہ باغی لوگوں کی قوت ابھی تک بہت زیادہ تھی' حضرت علی کرم اللہ وجہہ چاہتے تھے کہ توقف کر کے پہلے ان کی طاقت کو کمزور کر دیا جائے پھر قصاص لیا جائے۔ اس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اپنے کئی ساتھی بھی آپ سے جدا ہوتے گئے' آپ کے لشکر سے خروج کرتے گئے۔ اس طرح آگے چل کر یہی لوگ خارجی بنے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ جمل کے دن اعلان کیا کہ قاتلین عثمان میرے لشکر سے علیحدہ ہو جائیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ انہیں علیحدہ کرنے کی بجائے ان سے قصاص لیا جائے۔ حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں مجتہد تھے۔ مجتہد اپنی اپنی بات کو حق خیال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس اجتہاد پر اجر دیا۔ ان میں باہمی جھگڑا بھی ہوا۔

"شرح فقہ اکبر" میں لکھا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر صحابی کا تذکرہ نہایت ادب و احترام سے کیا جائے۔ خواہ انہیں ان حضرات کا کوئی کام پسند بھی نہ ہو۔ کیونکہ ان کے اختلافات اجتہادی تھے۔ وہ

اپنے ذاتی معاملات پر اختلاف نہیں کرتے تھے۔ وہ ایسے تمام کاموں سے اجتناب کیا کرتے تھے جن میں شر اور فساد ہو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خیر القرون قرنی ارشاد فرمایا تھا۔ میرا زمانہ اور میرے صحابہ کا زمانہ خیر القرون ہے۔ تمام صحابہ کرام عادل تھے' منصف تھے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ ستاروں کی طرح امت کی راہنمائی کریں گے۔ تم ان کی اقتدا کرو گے تو صحیح راستہ پاؤ گے۔ یہ حدیث پاک دارمی شریف میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ابن عدی نے صحابہ کرام کے باہمی اختلافات کی روایات کو جمع کیا ہے۔ ان میں کچھ جھوٹی ہیں' کچھ باطل ہیں۔ ان کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ ان کی اچھی تاویل کرنا چاہئے۔ کیونکہ صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے السابقون کا لقب دیا ہے۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کو پاک رکھا۔ اب وہ ہماری زبانوں کو بھی ان کی برائیاں بیان کرنے سے بھی محفوظ رکھے گا۔

کسی نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرات صحابہ کے جنگ و جدال کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تلک امتہ قد خلت لھا ماکسبت ولکم ماکسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون ○ "یہ امت تھی جو پہلے گزر چکی ہے' ان کے کام ان کے لئے تھے' ہمیں ان کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔"

"شرح عقائد نسفی" میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے بغاوت کی تھی۔ اس بات کے جاننے کے باوجود کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سب سے افضل ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کے قصاص کے معاملہ پر علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ یہی اجتہادی فیصلہ تھا جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

خطاء کی تھی۔ اب یہ مجتہد صرف ایک نیکی کا مستحق ہو گا۔ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ بغاوت فسق و فجور ہے مگر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بغاوت ذاتی اغراض کے لئے نہیں تھی۔ بلکہ یہ تو قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے احتجاج تھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صلح ہو گئی۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت سے دستبردار ہو گئے' اس کے باوجود وہ مسلمانوں کے متفقہ امام ہیں۔ مگر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دوسرے ساتھیوں سمیت جن میں اکثریت صحابہ کرام کی تھی حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلطی کو فسق و فجور پر معمول کرنا کتنا غیر عقلی معاملہ ہے۔ "شرح مواقف" میں ہے هذا الخطيته تبلغ لا حد التفسيق ان کی یہ خطا فسق پر معمول کر لینا درست نہیں۔

اہلسنّت کا رویہ

"شرح عقائد نسفی" (حلاوۃ الایمان) میں فرماتے ہیں کہ اہلسنّت و جماعت کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صحبت سب سے اعلیٰ درجہ ہے اور ایسے لوگوں کو جنہیں حضور پرنور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صحبت میسر آئی ہے لعن طعن نہیں کرتے' ان پر اعتراض اور انکار نہیں کرتے۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ صحابہ کرام کے مشاجرات اور محاربات کو بیان کر کے برا بھلا کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ اسی طرح اہلسنّت و جماعت اہل بیت کے ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں اور ان کے امور پر اچھی بات کرتے ہیں۔ اگر ان صحابہ کے متعلق کسی سے بات سن لیتے ہیں تو اس کی تشہیر یا عیب جوئی نہیں کرتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صحبت اور نسبت کا خیال کرتے ہوئے

ہمیشہ ادب کرتے ہیں۔ کہی سنی باتوں پر بدگمانی کا اظہار نہیں کرتے۔ ظنی اور غیر ظنی خبروں پر توجہ نہیں دیتے۔ وہ حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن العاص، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان جیسے صحابہ کرام کے اختلافات کو بھی بہ نظر استحسان دیکھتے ہیں۔ جو شخص مشائخ اہلسنّت و جماعت کی اتباع کرتا ہے وہ صحابہ کرام کے متعلق بدگمانیاں نہیں کرتا اور انہیں لعن طعن نہیں کرتا۔

اسی طرح "تہذیب الاخلاق شرح عقائد نسفی" میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطاکار تھے، منکر خلافت تھے، یہ جملہ اپنی عدم واقفیت کی وجہ سے لکھا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "تکمیل الایمان" میں فرمایا ہے کہ یہ بات حضرت جامی رحمتہ اللہ علیہ کی غلط فہمی سے سرزد ہوئی تھی۔ "حلاوۃ الایمان" میں ایک مقام پر لکھتے ہیں :

مشائخ اہلسنّت کا عقیدہ ہے کہ ان معاملات میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق بجانب تھے اور ان سے جنگ کرنا خطا ہے، غلطی ہے۔ مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطاء اجتہادی تھی۔ خلافت کے حصول پر نہیں تھی، قصاص حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے صحابہ کرام عادل تھے، صالح تھے۔ ان پر سب و شتم کرنا گمراہ ہونا ہے۔ حضرت امیر معاویہ، حضرت عبدالرحمٰن بن ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے رشتہ دار تھے۔ وہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے تھے مگر اپنے باپ کے ڈر سے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی بارگاہ میں متواتر حاضری نہیں دیا کرتے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی بیوی تھیں۔ حضرت معاویہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئی احادیث روایت کی ہیں۔ وہ فقیہ تھے، مجتہد تھے، حلیم الطبع تھے، سخی تھے، قوانین سلطنت کو خوب جانتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں خصوصی اختیارات دے کر شام کا گورنر مقرر کیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے انتظامات ملکی دیکھ کر آپ کو اسی منصب پر برقرار رکھا تھا۔ جب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ خلیفہ المسلمین بنے تو ان کے منصب کو برقرار رکھا گیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک معاہدہ کر کے آپ کو خلیفہ المسلمین قرار دیا۔ اس طرح آپ پورے چالیس سال تک امور امارت و خلافت سرانجام دیتے رہے۔ آپ ۹۸ ہجری میں فوت ہوئے۔ آپ نے وصیت کی کہ میرا کفن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا کردہ چادر سے بنایا جائے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناخن اور بال مبارک میرے سینے پر رکھے جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عقیدت، یہ ایمان اور یہ محبت آپ کے ایمان کی بڑی دلیل ہے۔ مگر شیعان ان تمام چیزوں کو نظرانداز کرتے جاتے ہیں اور آپ کو برا بھلا کہتے رہتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب "حسن العقیدہ" میں لکھتے ہیں، ہمارا طریقہ یہ ہے کہ ہم تمام صحابہ کرام کو اچھے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ وہ ہمارے امام تھے، وہ ہمارے دین کے ستون تھے، ان کو گالی دینا حرام ہے۔ وہ رشد و ہدایت کے ستارے ہیں۔ ان کی تعظیم واجب ہے۔ آپ "قصیدہ امالی" میں فرماتے ہیں۔

وکل صحب منھم لا تسبو نجوم الرشد ھم اھل النوالی

آپ نے اس کی شرح لکھی اور فرمایا ؎

هر آنکس که شد کشته در اجتهاد — کشنده کسی کو بود در جهاد

که مستند فاضل ترین این و کس — نه ماخوذ باشد یکے این دو کس

ازین دار دنیا عنان تافتند — شهادت در اثبات حق یافتند

اگر مجتهد در رهٔ اجتهاد — خطاء میکند یا صواب از جواد

یکے اجر یابد ز حق از خطاء — و اجرش دو بہر صواب از خدا

اشاره ازین سبیت شدای کمل — به پیکار حرب صفین و جمل

که عثمان چو جام شهادت چشید — فساد آمده در مدینه پدید

بد نداہل فتنه بسے زور دست — بمہراه شان لشکر دشت مست

بانہا کسے بود یارائے جنگ — ازان در قصاص از علی شد درنگ

چوارباب فتنه بان عز و جاه — بان شوکت و حشمت دستگاه

بدل ساختند انقیا و امام — نه در قتل شان کرده شد اهتمام

و لیکن چو صدیقه پر تمیز — زبیر و معاویه و طلحه و نیز

نمودند تعجیل در قتل شان — بتاخیر شد مرتضیٰ هم عنان

نزاع در انحال آمد پدید — جدال شده سخت و جنگ شدید

مگر وجه تاخیر از مرتضیٰ — بتاویل حق بودنے بر خطاء

دلے باش خاموش از طعن شان — ز گفتار بدمہر کن دہان

باایشان به تیر ملامت مزن — نگہدار ایمان ازیں زشت ظن

بجهد از چوکردند جنگ و فساد — ازانها خطاء رفت بر در اجتهاد

علی یافت دو اجر ایشان یکے   نہ دروی بود اختلاف و شکے

بالیشان اگر کس شود بدگمان   زدست رود فقد دین رائگان

فقیہ زمان عبد رحمان بنام   ملقب بہ "جامی" آن خوش کلام

بیانے عقائد بیانے نمود   بلفظ خطاء حرف منکر فزود

فزون شد فیز و نیش زاہل صفاء   خطاء را صفت منکر آید خطاء

خطا اینکہ واقعہ شود ز اجتہاد

نہ منکر بود پیش ارباب داد

یہ ہے وہ عقیدہ جسے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔ اس عقیدہ پر صرف اہلسنّت ہی کاربند نہیں غیرمقلد وہابی بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مولوی نواب صدیق حسن خان بھوپالی " انتقا الرجیع " میں اور مولوی وحید الزمان نے " شرح بخاری " میں لکھا ہے کہ حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خطاء اجتہادی تھی۔

" کتاب الشفاء " میں قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جس شخص نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان، عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گمراہ کہا وہ دائرہ اسلام سے نکل کر مرتد ہو جائے گا اور واجب القتل ہے۔ اسی کتاب کی شرح " نسیم الریاض " میں ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے ایک حدیث پاک نقل کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام کو گالی دینے والا ملعون ہے۔ اس حدیث پاک کو طبرانی نے مرفوع لکھا ہے۔ " نسیم الریاض " میں ایک جگہ لکھا ہے " اللہ اللہ فی اصحابی " میرے اصحابی میرے اصحابی، دو بار اللہ کا نام تاکید بیان کے لئے لایا گیا ہے۔

" انوار محمدیہ تلخیص مواہب اللدنیہ " میں حضرت علامہ نبھانی رحمتہ

اللہ علیہ لکھتے ہیں "اللہ اللہ فی اصحابی" کے الفاظ ایک گونہ وصیت ہے اور صحابی کی تعظیم کی ترغیب ہے۔ صحابہ کرام کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ ان سے بغض کفر کا حصہ ہے۔ جو شخص صحابہ کرام سے بغض رکھتا ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے بغض رکھتا ہے۔ جو شخص صحابہ کرام کو ایذاء دیتا ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو ایذاء دیتا ہے۔ صحابہ کرام کے جھگڑے اجتہادی تھے جس میں خاطی کو بھی اجر و ثواب ملتا ہے۔

امام طور پشتی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب "معتمد فی المعتقد" میں لکھتے ہیں کہ ہم ایسے معترضین سے پوچھتے ہیں کہ جب حضرت طلحہ و زبیر اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جنگوں سے دستبردار ہو گئے تھے تو انہیں برا بھلا کہنے کا کیا جواز ہے۔ دونوں جماعتوں میں صلح ہو گئی تھی تو پھر انہیں گالی دینا کیسا ہے۔ یہ بات ایک حقیقت ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالی تھیں، دونوں فریق اس بات پر متفق ہو گئے اور سابقہ مناقشات سے ہٹ کر صلح کر لی تھی اور اس کے بعد کوئی تنازعہ یا جھگڑا نہ رہا۔ ہم آج کے شیعہ اور پھر شیعوں کی دیکھا دیکھی ان سینوں سے پوچھتے ہیں کہ اب تم کس بات پر اعتراض کرتے ہو۔

حضرت امام طور پشتی کتاب "معتمد فی المعتقد" میں فرماتے ہیں کہ جب امت کا جھگڑا ختم ہو گیا، قتل و قتال ختم ہو گیا اور تمام مسلمانوں میں صلح ہو گئی تو یہ لوگ کس بات پر قتل و قتال کرتے ہیں۔ ان جنگوں میں بھی تین فریق سامنے آتے ہیں۔ ایک طبقہ ان جنگوں کو اجتہادی خطاء سمجھتا ہے اور انہوں نے مملکت اسلامیہ کی اصلاح قتال اور جنگ میں جانی۔ یہ بات درست ہے کہ یہ عمل غلط تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو قتل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص پر

شمشیر کش ہوئے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیعت توڑی تھی۔ ان کے سامنے ایک شخص کی نسبت ساری ملت اسلامیہ کا مفاد پیش نظر تھا۔ انہوں نے اپنی جاہلیت اور غلطی سے ایسا اقدام کیا تھا۔ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقام سے واقف نہ تھے اور وہ یہ نہ جان سکے کہ ساری سلطنت اسلامیہ کا اصل مرکز تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ ان کی اطاعت واجب تھی۔

ہم اس خطاء کو اجتہادی خطاء قرار دیتے ہیں۔ اب مخالفین کا اس خطاء پر زور دینا اسلامی اصولوں کے خلاف ہے کیونکہ مجتہد کی خطاء پر گرفت نہیں کی جاسکتی۔ حضرت طلحہ' حضرت زبیر اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم معمولی قسم کے صحابہ نہ تھے۔ ان کے متعلق یہ گمان کرنا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور خلافت اسلامیہ کے دشمن تھے محال ہے۔ وہ قرآن پاک کو سمجھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی احادیث کے آشنا تھے اور وہ اپنے علم و عمل کی وجہ سے قابل صد احترام تھے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ نے "تفسیر مظہری" میں لکھا ہے کہ اصحاب رسول تمام کے تمام عادل اور منصف تھے۔ اگر کسی سے کوئی غلطی ہوئی بھی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا تھا۔ وہ خاطی اور عاصی نہ رہے تھے۔ وہ تائب اور مغفور تھے۔ نص قرآنی اور متواتر احادیث ان کی عظمت کے گواہ ہیں۔ قرآن پاک نے انہیں رحماء بینهم قرار دیا ہے۔ اشداء علی الکفار کہا ہے۔ آج جو لوگ ان کی محبت اور مروت کو نظرانداز کرتے ہوئے ان کے خلاف بات کرتے ہیں وہ قرآن پاک سے ناواقف ہیں اور جو لوگ ان سے عداوت رکھتے ہیں وہ اسلام میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ یہی صحابہ کرام حاملان وحی تھے' کاتبان وحی تھے' حفاظان قرآن تھے۔ ان کی عظمت کا انکار کرنا قرآن پاک کا انکار کرنا ہے اور ایمان سے محروم ہونا ہے۔

نصوص قرآنی اور اجماع صحابہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تمام صحابہ کرام میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ عادل اور امیرالمومنین تھے۔ تمام صحابہ کرام نے بہ رغبت قلب ان سے بیعت کی تھی۔ ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متفقہ خلافت کے حقدار تھے اور خلیفہ منتخب کئے گئے تھے۔ مہاجرین و انصار تمام نے آپ کی بیعت کی تھی۔ ان کے بعد ساری امت نے متفق ہو کر سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت کی۔ آج ان صحابہ کرام کے ساتھ جو دشمنی رکھتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ان کے مشاجرات اور منافقات میں بعض صحابہ سے اجتہادی غلطی ہوئی تھی۔ مگر اس بات کو دشمنی اور بغاوت قرار دینا بڑی جہالت کی بات ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت برحق تھی

ہدایہ کی شرح عین الهدایہ کے مقدمہ اور پھر "شرح اکبر" میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی صداقت میں شک و شبہ کرنا حقیقت سے انکار کرنا ہے۔ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کو تسلیم کیا تھا۔ ان سے بیعت کی تھی۔ وہ خلافت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوران شام کے امیر تھے۔ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت میں ایک عرصہ تک اس امر پر انتظار کیا کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا قصاص لیں گے اور قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ کو سزا دیں گے۔ مگر شدید انتظار کے بعد آپ نے احتجاج کیا' اصرار کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس اصرار کا حق پہنچتا تھا۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریبی رشتہ دار تھے اور انہوں نے اس خون ناحق کے قصاص پر آواز اٹھائی تھی۔ حضرت

علی کرم اللہ وجہہ مصلحت کے طور پر کچھ توقف کر رہے تھے۔ یہ آپ کا اجتہاد تھا۔ دیدہ دانستہ قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ کو معاف نہیں کرنا چاہتے تھے اور یہ اجتہاد یقیناً صحیح تھا۔

حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ اس توقف کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں ملک میں باغیوں کا غلبہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے غلبہ کو ختم کر کے قاتلان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینا چاہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ جب باغی ان کی خلافت پر یقین کر لیں گے تو پھر ان سے قصاص لیا جائے گا۔ وہ لوگ بڑے جری تھے۔ وہ ملت اسلامیہ کو بہت نقصان پہنچا چکے تھے۔ مسلمانوں کی اتنی عظیم الشان شخصیت کا خون کر کے ہاتھ رنگ چکے تھے۔ ان کا بڑا زور تھا۔ وہ اسلامی سلطنت کے دور دراز حصوں پر چھائے ہوئے تھے۔ انہیں فوری قتل کرنا یا پکڑنا بڑا مشکل تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ چاہتے تھے کہ ان کی قوت ٹوٹ جائے تو یہ کام کیا جائے۔ لیکن خاصا وقت گزرنے کے باوجود جب کوئی اقدام نہ کیا گیا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز بلند کی۔ آپ کے ساتھ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ نوبت جنگ جدال تک جا پہنچی۔ مگر بعد میں یہ ثابت ہوا کہ یہ ان حضرات کی غلطی تھی، جلد بازی تھی، یہ ایک اجتہادی غلطی تھی۔ اس پر یہ حضرات نادم تھے اور جنگ و جدال پر پچھتاتے تھے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعض دفعہ اپنی غلطی کو یوں محسوس کرتی تھیں کہ آنکھوں سے آنسو نکل آتے تھے اور آپ کی اوڑھنی کا پلو تر ہو جایا کرتا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی حال تھا۔ وہ ان جنگوں پر برملا اظہار ندامت و ملامت کیا کرتے تھے۔ یہ تمام باتیں اجتہادی

غلطی و خطاء تھیں۔ ان پر ان حضرات کو فاسق و فاجر کہنا بہت بڑی زیادتی ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی روشنی میں

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ماموں تھے۔ انہوں نے قرآن پاک ہاتھ میں پکڑ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے برحق ہونے کا اعلان کیا تھا۔ لیکن یہ بھی کہا لوگو! جنگ و قتال سے رک جاؤ۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان جنگوں میں نہ شکست کھائیں گے نہ مغلوب ہوں گے۔ جب ان سے وضاحت طلب کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ قرآن پاک میں ہے ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیہ سلطاناً فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا ○ جو شخص ظلم سے قتل کیا گیا ہو اس کے وارث اور رشتہ دار ایک دن یقیناً غلبہ پائیں گے لہٰذا قتل کے معاملہ میں اسراف اور زیادتی نہ کریں تو وہ منصور ہو گا۔

ہم پیچھے لکھ آئے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باہمی اختلاف یا جنگ خلافت کے لئے نہیں تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ برحق تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی خلافت کو تسلیم کیا تھا اور آپ کی بیعت کی تھی۔ یہ منقاشات صرف قصاص حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تھے اور یہ حق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچتا تھا اور مظلوم کی دادرسی کے لئے احتجاج کرنا، مطالبہ کرنا ولی کا حق ہوتا ہے۔ اور باغیوں سے قصاص لینا حکومت وقت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رشتہ داروں کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد قصاص کا مطالبہ کرنے کا حق

تھا۔ اسی طرح شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ولی ہونے کی وجہ سے آواز بلند کی تھی۔ یہ باغی لوگ ایک خلیفہ رسول کو قتل کرنے میں قطعاً حق بجانب نہیں تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک عرصہ تک باغیوں سے نہ بازپرس کی نہ قصاص کی طرف کوئی قدم اٹھایا۔ آپ سیاسی اجتہاد کے طور پر اس معاملہ کو تاخیر میں ڈال کر صحیح وقت کا انتظار کر رہے تھے۔ کوئی انصاف پسند آپ کے اس اجتہاد سے انکار نہیں کر سکتا۔

ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ باغیوں نے کئی تاویلات کیں۔ اس وقت ان کا سیاسی زور تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خیال تھا کہ جب یہ باغی ان کی خلافت کو تسلیم کر لیں گے اور سلطنت اسلامیہ مستحکم ہو جائے گی تو ان سے قصاص لیا جائے گا۔ اب باغیوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک اور مطالبہ کیا کہ جب باغی مطیع ہو جائیں' اطاعت قبول کر لیں تو انہیں بغاوت کے جرم میں قتل نہیں کیا جا سکتا۔ ان کا مال واپس کرنا ہو گا۔ گرفتار شدہ باغیوں کو رہا کرنا ہو گا۔ ایسے لوگ کثیر تعداد میں تھے۔ انہیں سیاسی غلبہ حاصل تھا۔ جب مہاجر اور انصار صحابہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت کر لی تو باغی آمادہ ہو گئے کہ ان کی اطاعت کریں۔

اب شام سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے قصاص کا مطالبہ کیا۔ یہ ان کا حق تھا۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی آپ کے ہمنوا تھے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ مگر جب ان کے سامنے ساری صورتحال رکھی گئی تو انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حق بجانب خیال کیا اور جنگ و قتال سے ہاتھ روک لئے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمنوا تھے۔ انہوں نے ان حالات میں قرآن حکیم سے راہنمائی حاصل کی۔ ان کے سامنے یہ آیت کریمہ آئی ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیہ سلطاناً فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا ○ جس شخص نے کسی مظلوم کو قتل کیا ہو اور اس مقتول کا ولی صاحب اقتدار ہو جائے تو قتل میں زیادتی یا اسراف بھی نہ کرے یعنی انتقامی کاروائی نہ کرے۔ وہ یقیناً فتح یاب اور منصور ہو گا۔

شیخ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ استنباط درست تھا۔ ہمارے نزدیک اس جنگ و قتل کی وجہ خلافت نہیں بلکہ قصاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھی۔ ابھی باغیوں نے بیعت نہیں کی تھی کہ قصاص کا مطالبہ زور پکڑ گیا اور یہ اجتہادی غلطی ہوئی اور یہی جماعت اہلسنّت کا اجماعی اعتقاد ہے۔

قرآن پاک میں جضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو "خیر امت" قرار دیا گیا ہے۔ صحابہ کرام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاند ستارے تھے۔ ان کی افضلیت اور تفضیلت قرآن مجید نے بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شہادت کے بعد کسی دوسری شہادت کی ضرورت نہیں رہتی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (سیف اللہ) کو اس وقت سخت تنبیہہ کی تھی جب ایک موقعہ پر انہوں نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق غلط الفاظ استعمال کیئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار! میرے کسی صحابی کو برا نہ کہا جائے۔ وہ سابقین و اولین میں سے ہیں۔ اگر تم لوگ کوہ احد کے

برابر بھی سونا خیرات کردو تو ان کے مقام کو نہیں پہنچ سکو گے۔ اس حدیث پاک کو بخاری نے بیان کیا ہے اور صحیح مسلم میں بھی موجود ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ صحابی رسول ﷺ کی بدگوئی نہ کرو' ان کی زندگی کا ایک لمحہ تمہاری ساری زندگی کی عبادت سے افضل ہے۔ بخاری شریف میں ایک اور حدیث پاک بیان کی گئی ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن صحابہ کرام کی ایک جماعت سے پوچھا تم میں سے کون شخص ہے جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے فتنوں کے متعلق سنا ہو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑے اور عرض کی امیرالمومنین! آپ فتنوں کی بات کیوں کرتے ہیں آپ کے زمانہ خلافت اور فتنوں کے دور کے درمیان ایک ایسا بند دروازہ ہے جس کی وجہ سے آپ کا زمانہ محفوظ اور مامون ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا وہ دروازہ کھلے گا یا ٹوٹ جائے گا؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نہیں' وہ دروازہ توڑا جائے گا۔ راوی کہتا ہے کہ وہ دروازہ دراصل حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی رات

بخاری شریف میں ایک اور روایت موجود ہے کہ جس رات حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا تھا باغی آپ کے مکان کی چھت پر چڑھ گئے اور دوسرے باغیوں کو گھیرا تنگ کرنے کے لئے کہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال سنائے اور تعلقات کی وضاحت کی۔ پھر وہ حدیث پاک سنائی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوہ احد کو فرمایا تھا کہ آج تجھ پر ایک نبی'

ایک صدیق ' ایک شہید ہے۔ باغیوں نے آپ کی یہ بات سن کر کہا یہ سب ٹھیک ہے۔ یہ بات سن کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مجھے رب کعبہ کی قسم ہے میں ہی وہ شہید ہوں جس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ یہ سن کر وہ لوگ چھت سے نیچے آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔

شہادت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ایک زمانہ گزرا تو اسلام میں فتنوں کے دروازے کھل گئے۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر چل گئی۔ حالات اختیارات سے باہر ہوتے چلے گئے۔ خارجی اور رافضی آگے آنے لگے۔ اپنی جہالت سے کئی کئی باتیں بنانے لگے۔ حضور افضل الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ کی شان میں قیل و قال کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں تاویلیں گھڑنے لگے۔ حضور ﷺ کی قربت اور محبت کا کوئی احساس نہ رہا اور اس بات کو بھول گئے جب آپ ﷺ نے اعلان فرمایا تھا کہ لا تذکر الصحابہ الا بخیر کہ میرے صحابہ کا ذکر ہمیشہ ہمیشہ اچھائی سے کیا کرو۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صلح

"شمس التواریخ" میں علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صلح ہوئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کوفے میں داخل ہوئے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اور آپ کی خدمت میں تین لاکھ درہم پیش کئے ' ایک ہزار لباس ' تیس غلام آپ کی خدمت میں نذرانہ پیش کیا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ چھوڑ کر مدینہ منورہ آگئے۔ کوفہ میں مغیرہ بن شعبہ ' بصرہ میں عبداللہ بن عامر کو حاکم مقرر کر دیا گیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق چلے گئے۔

یہ صلح نامہ ماہ ربیع الاول میں لکھا گیا تھا۔

"فتح الباری شرح صحیح بخاری" میں اس صلح نامہ کی تفصیلات موجود ہیں۔ صلح نامہ کی تکمیل کے بعد حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ شریف تشریف لے آئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بات پر صلح کر لی تھی کہ وہ شام کے امیر رہیں گے۔ اب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات پر صلح کر لی کہ وہ کوفہ اور بصرہ کے امیر بھی رہیں گے۔ کوفہ کے لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کر لی۔ اب وہ شام میں رہتے ہوئے سارے عراق اور عرب ممالک کے امیر اور حکمران تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت ان کے حوالے کر دی۔ ان سے بیعت بھی کر لی۔ انہیں امیر المومنین بھی تسلیم کر لیا۔ اب لوگ ان پر اعتراض کرتے پھرتے ہیں، طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ یہ کتنی گمراہی اور بے دینی ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ غلطی خواہ اجتہادی تھی یا آپ کی کمزوری آپ کا خلافت سپرد کرنا درست تھا اس پر اعتراض کرنا کتنی غلط روش ہے۔

"صاحب شمس التواریخ" لکھتے ہیں کہ یہ صلح نامہ، تفویض خلافت اور وظائف کا قبول کرنا کسی دباؤ یا ڈر سے نہیں تھا بلکہ نہایت ہی نیک دلی سے تھا۔ حالانکہ اس وقت چالیس ہزار کا بہت بڑا لشکر آپ کے ساتھ کھڑا تھا اور یہ سارے لوگ لڑنے مرنے والے تھے۔ جنگ و قتال کے ماہر تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جانثار تھے۔ ان سے بیعت کی ہوئی تھی۔ اگر ان سے جبر کیا جاتا تو یہ لوگ کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا دور بیس سالہ دور خلافت میں آتا ہے۔ آپ کی خلافت صحابہ اربعہ کا تتمہ ہے۔ آپ نے اپنی خوشی اور رضامندی سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے حق میں دستبرداری کا اعلان کیا تھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت امارت تھی

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو ہم امارت اسلامیہ قرار دیتے ہیں اور یہ خلافت راشدہ سے متصل ایک صالح امارت ہے۔ آپ تیس سال تک امیر رہے۔ ہم ان کی خلافت کو سلطنت اسلامیہ کی ابتدائی منزل جانتے ہیں اور یہ امارت حقہ تھی۔ پھر آپ نے اپنے دور امارت میں عدل و انصاف، نظم و نسق، فتوحات اور مہمات کا ایک سلسلہ شروع کیا وہ سنہری حروف سے لکھا جانے والا ہے۔ آپ نے ملکی انتظامات کو بے مثال طریقہ سے سنبھالا۔ ان کی نگرانی کی۔ آپ نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صحبت سے فیض پایا تھا۔ مہدی تھے، ہادی تھے، کاتب وحی تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں انہیں شام کا امیر مقرر کیا گیا تھا۔ وہ نہایت عدل و انصاف سے کام کرتے رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں آپ اپنی جگہ پر قائم رہے اور کسی قسم کی بد نظمی اور حکم عدولی نہیں کی۔

صحابہ کرام کی خلافت اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں فرق

علامہ ابن خلدون اپنی مشہور "تاریخ" میں لکھتے ہیں مناسب تو یہ تھا کہ ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت کو اصحاب اربعہ کی خلافت کے ساتھ لکھتے۔ وہ فضیلت اور عدالت میں حضور سے ویسے ہی فیض یافتہ تھے۔ جس طرح چاروں صحابہ کرام۔ مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ فرمان کہ خلافت ثلثون (تیس سالہ دور خلافت) ہے، کا خیال کرتے ہوئے امارت کا باب مرتب کیا ہے۔ حقیقت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار خلفائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوتا ہے۔ مورخین نے آپ کے

زمانہ خلافت کو دو وجہوں سے علیحدہ کیا ہے۔ پہلی تو یہ بات ہے کہ آپ کی خلافت عصبیت اور غلبہ سے قائم ہوئی جبکہ سابقہ ادوار میں صحابہ کے اعتماد اور اجماع سے ہوا کرتی تھی۔ ان سے پہلے جلیل القدر صحابہ مہاجرین و انصار خلیفہ کا انتخاب کرتے تھے اور یہ متفقہ ہوا کرتا تھا۔ کسی کو اختلاف یا اعتراض نہ ہوتا تھا مگر خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ غلبہ اور سیاسی قوت سے سامنے آئی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ میں دوبارہ خلافت بھی اسی طرح سامنے آئی۔ مگر وہ خلیفہ نہیں بلکہ امیر اور بادشاہ کی حیثیت سے سامنے آئے۔ انہوں نے اپنے طرز عمل سے خلفائے اربعہ کی یادوں کو تازہ کر دیا تھا۔ خلفائے بنو عباس میں اکثر ایسے تھے جو متبع شریعت و سنت تھے اور خلفائے راشدین کے نقش قدم پر سختی سے چلتے رہے تھے۔ ان کی امارت اور بادشاہت خلافت سے کم نہیں تھی۔ ان کی شوکت اور قوت خلافت کے خلاف نہیں تھی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرز حکومت بھی عادلانہ تھا۔ انہوں نے زر پرستی اور دنیاداری کے لئے اقتدار نہیں سنبھالا تھا بلکہ سلطنت اسلامیہ کی وسعت اور بنیادوں کو مضبوط کرنا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو یکجا کیا اور سلطنت کے معاملات کو درست کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ کی افراتفری کو ختم کیا۔ باغی اور سرکشوں کو تابع فرمان خلافت بنایا۔ وہ ہر حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے تابع رہے۔ اگرچہ وہ امیر تھے، ملوک میں سے تھے۔ مگر خلافت راشدہ کے تابع رہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ بنوامیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے بعد ایک خاندان کے تسلط کو جاری رکھا گیا۔ یہ اسلامی طرز خلافت کے خلاف تھا۔ اسلام ایک خاندان کی حکومت قائم کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ مگر حضرت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سارے سلسلے ایک خاندان سے وابستہ ہو گئے۔ چنانچہ انہیں خلافت راشدہ سے علیحدہ رکھا گیا۔ وہ ایک خاندان کی حکومت کے حامی تھے۔ جبکہ خلفائے اربعہ مختلف خاندانوں پر مشتمل تھے اور محض رضائے الٰہی کے لئے بار خلافت اٹھاتے رہے تھے۔

تاریخ کے اوراق اس بات کے گواہ ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت راشدہ کے احکام کو ہی نافذ کیا۔ اس میں نہ اپنی مرضی برتی، نہ ظلم و جبر کو رواج دیا۔ ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور امارت کو دور خلافت کا ایک حصہ قرار دیتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت المال کو مربوط کیا۔ محاصل کو ایمانداری سے عوام کے لئے وقف کر دیا۔ وہ بیت المال سے کثیر نذرانہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیتے رہے۔ ہر سال ان کی ضروریات سے بڑھ کر ادا کرتے رہے۔ پھر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اہل بیت کے دوسرے افراد بھی بیت المال سے کثیر وظائف پاتے رہے۔ آپ کی فرمائش اور سفارش کو بہ طیب خاطر قبول کرتے تھے۔ ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کرنے گئے، جناب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان دنوں مکہ مکرمہ میں تھے۔ آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور اپنے قرضہ کا ذکر کیا اور پریشانی کا تذکرہ کیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اسی وقت اسی ہزار درہم ادا کئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اہل بیت کرام کے خادم تھے

"تذکرہ خلفاء" میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان خدمات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جس میں آپ نے اہل بیت کے لئے جاری رکھی تھیں۔ آپ نے ہمیشہ اہل بیت کے ایک ایک فرد کو نگاہ میں رکھا تھا۔

اگرچہ شیعوں کی تاریخیں حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احسانات کو تسلیم نہیں کرتیں اور وہ لوگ آپ کی خدمات کو نظرانداز کرتے جاتے ہیں۔ مگر ہم حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات کو نظرانداز نہیں کرسکتے۔

حدیث رسول کریم ﷺ میں آیا ہے کہ خلافت صرف تیس سال رہے گی۔ پھر حسن لیاقت سے امارت اور بادشاہت کا دور شروع ہو گا۔ ہم حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور امارت کو دیکھتے ہیں تو دنیا کا کوئی بادشاہ ان جیسی سیاسی بصیرت نہیں رکھتا تھا۔ دشمنان اسلام ان کی ہیبت سے منہ چھپاتے پھرتے تھے۔ اسلامی سرحدوں پر کفار کی جرات نہیں ہوتی تھی کہ سلطنت اسلامیہ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھیں۔

صاحب "روضتہ الصفاء" نے حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انداز حکمرانی کی بے حد تعریف کی ہے مگر بعض غلط فہمیوں کی بناء پر آپ کے خلاف قلم اٹھایا ہے۔ حالانکہ آپ کی سیاسی بصیرت اور قابلیت کو اپنے تو اپنے غیر بھی تسلیم کرتے تھے۔ علامہ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "تاریخ خلفاء" میں آپ کی امارت اور فضیلت کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ انہوں نے ایک حدیث پاک نقل کی ہے جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا کی تھی' اے اللہ! معاویہ کو ہادی بنا دے' اے اللہ! معاویہ کو حساب و کتاب میں کامل بنا دے۔ اسے عذاب دوزخ سے نجات دے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے دوستوں کو فرمایا کرتے تھے کہ معاویہ کی امارت کو برا نہ کہا کرو' اگر تم نے ایسے شخص کو کھو دیا تو ہمیشہ ہمیشہ پچھتاؤ گے۔

حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت

تاریخ کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کا دور امارت اسلام کا ایک بہترین دور تھا۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امارت سنبھالی تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین تھے۔ تمام بنی ہاشم' صحابہ کرام نے بلا اکراہ برضاء و رغبت حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی۔ مگر جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معاہدہ کیا تو ان تمام حضرات نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے کی تائید کی اور حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں اعتماد کا اظہار کیا۔ کعب احبار نے لکھا ہے کہ ہم سارے مسلمان حکمرانوں کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہمیں حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا صاحب تدبیر و بصیرت کہیں نظر نہیں آتا۔ آپ بیس برس تک امیر رہے۔ سارے ملک میں امن و امان تھا۔

حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ عنہ کی فتوحات

اسلامی سرحدوں کے اس پار کفار اور مشرکین نے بھی آپ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تھے اور امن کے معاہدے کر لئے تھے۔ آپ کے دور میں اسلام کی شوکت اور دبدبہ سارے جہاں پر چھا گیا تھا۔ عرب کی سرزمین سے نکل کر آپ بجستان اوران کے گرد و نواح کی ریاستیں ایشیائے کوچک کے ممالک' افریقہ میں سوڈان پر اسلامی پرچم لہرانے لگا تھا۔ آپ کی فوجیں قیقان جیسے خطوں میں پہنچ گئی تھیں۔ ۴۳ ہجری میں آپ کی افواج مشرقی خطوں پر قابض ہو رہی تھیں اور دور دراز کے علاقے اسلامی سلطنت میں شامل ہو گئے تھے۔ ۵۰ ہجری میں آپ نے اپنے لشکروں کو حکم دیا کہ وہ کوہستان کے علاقوں کو روانہ ہو کر فتوحات کے دروازے کھول دیں۔ یہ علاقے فتح کرنے کے بعد اسلامی لشکر کے پرچم مشرق کی سرزمین میں لہرانے لگے۔ یہ بات روضتہ الصفاء جسے شیعہ

حضرات بھی معتبر تسلیم کرتے ہیں موجود ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ۵۴ ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ ابن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کی سرکردگی میں اسلامی لشکر روانہ کئے۔ خراسان' ماوراالنہر کے علاقے فتح کر لئے گئے۔ پھر ترکستان کا نصف خطہ مملکت اسلامیہ کی حدود میں شامل ہو گیا۔ اسی سال آپ کے حکم سے محمد بن عبدالملک نے روم کے کچھ علاقے فتح کر لئے تھے۔ قسطنطنیہ کے مضافات میں جھنڈے لہرا دیئے گئے۔

چناں عدل گسترد برعالمے
کہ زالے نہ ترسید از راہذنے

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان فتوحات اور کمالات کو شیعہ حضرات کی کتابیں بھی تسلیم کرتی ہیں۔ آج جو لوگ آپ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں وہ حقائق سے آنکھیں بن کر لیتے ہیں۔ وہ اپنے دلوں میں "بغض معاویہ" پالتے رہتے ہیں۔

ہم نے "شمس التواریخ" کا مطالعہ کیا ہے' مگر اس کا مصنف نیک و بد میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اس کے سامنے جس قسم کی روایات آتی ہیں نقل کرتا جاتا ہے۔ وہ رافضی' خوارج کے علاوہ انگیریز مورخین سے بھی روایات نقل کرتا جاتا ہے۔ ہم اس کتاب پر انحصار نہیں کرسکتے۔ "شمس التواریخ" کی یہ روایت کتنی خلاف حقیقت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وظیفہ بند کر دیا تھا اور اس طرح انہوں نے صلح کی شرائط سے انحراف کیا۔ خراج دینا بند کر دیا۔ ہم ایسی روایات کو تسلیم نہیں کرتے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وظیفہ تاحیات جاری رہا۔

امام اجل علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب

"تاریخ الخلفاء" میں صراحتاً لکھا ہے کہ آپ تاحیات وظیفہ پاتے رہے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سال سالانہ وظیفہ سے بڑھ کر پانچ لاکھ درہم پیش کئے تھے۔ جس سال وظیفہ جاری نہ رہ سکا ملکی حالات کے پیش نظر دیر ہوئی تو آپ نے دوگناہ وظیفہ ادا کیا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اہل بیت کے ایک ایک فرد کی خدمت کیا کرتے تھے۔ ایک ملاقات میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا میں آپ کو بیت المال سے اتنی رقم ادا کروں گا کہ آپ کے اخراجات سے کہیں زیادہ ہو گی۔ پھر آپ کی خدمت میں چار لاکھ درہم لا کر رکھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیت کے ایک ایک فرد کو وظیفہ دیتے۔ اہل بیت کے علاوہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس شخص کی سفارش فرماتے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسے بھی وظیفہ دیتے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا مطالبہ

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ میں موجود تھے۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے آپ نے اپنے قرض کا ذکر کیا تو آپ نے اسی وقت آپ کا سارا قرضہ ادا کیا اور معمول کے مطابق وظیفہ ادا کرنے کے علاوہ مزید مال دیا جس سے آپ خوش ہوگئے۔ اس طرح آپ کو اسی ہزار درہم ادا کئے گئے۔ بعض شیعہ حضرات نے "روضتہ الشہداء" کے حوالے سے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر خورانی کا واقعہ بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب کر دیا ہے۔ یہ انتہائی جھوٹ اور خلاف حقیقت ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل پر ایک نظر

تاریخی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ایمان لائے تھے۔ شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "تطہیر الجنان" میں لکھتے ہیں کہ رافضیوں اور شیعوں کی یہ بات درست نہیں کہ آپ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں شریک تھا جو فتح مکہ کے دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آئے اور مجھے عمرہ کی ادائیگی کے بعد مروہ کے پاس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کے بال تراشنے کا شرف حاصل ہوا تھا۔

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہمیں فتح مکہ کے دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں عمرہ کرنے کا موقع ملا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی میرے ساتھ تھے۔ جو حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ فتح مکہ سے پہلے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کا اعلان نہیں کیا تھا ہم انہیں آگاہ کرتے ہیں کہ سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لا چکے تھے مگر انہوں نے فتح مکہ سے قبل اعلان نہیں فرمایا تھا۔ اسی طرح شیعہ تاریخ نگار یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ نہیں گئے تھے۔ یہ بات تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی کہی جاسکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدر کے قیدیوں کے ساتھ فدیہ دے کر رہائی پائی اور اس کے فوراً بعد آپ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ مگر چھ سال تک اعلان کرنے سے اجتناب کیا تھا اور فتح مکہ کے

قریب آپ نے علی الاعلان اپنے اسلام لانے کا قرار کیا تھا۔ یہی طریقہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنایا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہندہ نے آپ کو دھمکی دی تھی کہ اگر تم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تو میں تمہارے اہل و عیال کی کفالت نہیں کروں گی۔ اگر وہ اس عذر سے ہجرت نہیں کر سکے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہجرت نہیں کر سکے تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابو سفیان مولفتہ القلوب میں سے تھے۔ انہیں حنین میں مال غنیمت دیا گیا۔ فتح مکہ کے دن ان کے گھر کو دارالامن قرار دیا گیا۔ ابو سفیان اور ہندہ دونوں فتح مکہ کے بعد ایمان لائے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان دونوں کے ایمان کو قبول فرمایا تھا۔

ہم یہ بات اصرار سے کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ سے کئی سال قبل اسلام لا چکے تھے۔ اگر ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے شجرہ نسب پر نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بھائی تھے۔ والدہ کی کنیت سے بھانجے تھے۔ ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رشتہ سے نواسے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیس سال اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اکیس سال بڑے تھے۔ فتح مکہ کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سارا خاندان مشرف باسلام ہو چکا تھا۔ اب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کھل کر اپنی آغوش رحمت میں لے لیا اور آپ کی خصوصی تربیت کی۔ آپ کو ہادی کا خطاب دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، معاویہ "ہادی" بھی ہے، "مہدی"

بھی ہے۔ ہدایت یافتہ بھی ہیں اور ہدایت دیتے بھی ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو "ہادی" اور "مہدی" کا خطاب دیا

"ترمذی شریف" میں آپ کو کاتب وحی کہا گیا ہے۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے دعا کی' اے اللہ! اسے فقیہ بنا دے اور کتاب و تاویل کا علم عطا فرما۔ یاد رہے کہ فقیہ مجتہد بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ اسلام لانے میں اشراف مکہ میں سے ہیں۔ اشراف قریش میں سے ہیں۔ آپ کا نسب عبد مناف پر جا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے ملتا ہے۔ اس طرح آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے نسبی اور قریشی رشتہ دار بھی ہیں۔ یہ نسبی شرافت آپ کی افضلیت کی ایسی ہی دلیل ہے جس طرح آپ کا دوسرا خاندان اس رشتہ میں شریک ہے۔

آپ نہایت بہادر' شجاع اور سخی تھے۔ آپ اپنے تجارتی منافع سے ہر سال قرآن پاک' قاریوں اور حافظوں پر لاکھوں روپیہ خرچ کیا کرتے تھے۔ پھر آپ کا زہد و تقویٰ' قائم اللیل اور منصف ہونا کسی دلیل کا محتاج نہیں تھا۔ وہ کاتب ہی نہ تھے بلکہ وہ قرآن پاک کی کتابت میں خاصا وقت صرف کیا کرتے تھے۔ ایمان لانے کے بعد آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے ساتھ کئی غزوات میں شریک جہاد رہے تھے۔

ایک دن لوگوں نے حضرت عبداللہ بن المبارک رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا آیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ؟ آپ نے فرمایا مجھے خدا کریم کی قسم کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی نتھنوں کا دھول (غبار) بھی عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ افضل ہے۔ انہوں نے حضور

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو دیکھ کر اسلام قبول کیا۔ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے چہرہ مبارک کی زیارت کے ساتھ ایمان لائے۔ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی صحبت نصیب ہوئی۔ حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔ جب حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے منہ مبارک سے سمع اللہ لمن حمدہ کی آواز آتی تو آپ ربنا لک الحمد کہتے۔ یہ تمام فضیلتیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کو کب میسر تھیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کو لوگوں نے کئی بار پوچھا کہ آپ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں کیا فرق ہے۔ تو آپ فرماتے وہ صحابی رسول ﷺ ہیں۔ وہ کاتب وحی ہیں میرا مقام ان کے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے۔ وہ ہر طرح مجھ سے افضل ہیں' اعلیٰ ہیں۔ آج ان شہادتوں کے باوجود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفین اور معاندین باتیں بنا بنا کر آپ کے خلاف لکھتے جاتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ان کے منکرین اور مخالفین کے اعتراضات کا تجزیہ

شیعہ اور رافضی حضرات ایک ایسا فرقہ ترتیب دے چکے ہیں کہ ان کے نزدیک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے ہزاروں صحابہ کرام میں صرف چند صحابہ کرام ایسے تھے جو آپ کے بعد اسلام پر قائم رہے۔ ورنہ سب کے سب منافق اور مرتد ہو گئے۔ ان حضرات کا یہ الزام اتنا خلاف حقیقت اور بے بنیاد ہے کہ اس سے بڑھ کر اسلامی تاریخ میں بڑا جھوٹ نہیں بولا جا سکتا۔

آپ تصور کریں کہ حضور ﷺ خاتم الانبیاء ہیں' سید المرسلین ہیں مگر ان کی ساری زندگی کا ثمرہ یہ بتایا جا رہا ہے کہ آپ ﷺ کے تمام ساتھی صحابہ کرام اور جانباز چند روز بعد مرتد اور کافر ہو گئے تھے۔ صرف چند افراد اسلام پر قائم رہے۔

ہم ان لوگوں کے سامنے آپ کی دعا کے الفاظ بیان کرتے ہیں جب آپ ﷺ نے فرمایا اللھم اجعلہ ھادیاً مھدیاً واھد بہ "اے اللہ! معاویہ کو ہادی بنا دے' مہدی بنا دے اور اسے ہدایت کی راہوں پر قائم رکھ" یہ حدیث پاک ترمذی شریف میں دیکھی جا سکتی ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی فقاہت اور عظمت کی شہادت دیتے ہیں' انہیں مجتہد قرار دیتے ہیں۔ نعوذ باللہ ایسا شخص حضور ﷺ کی زندگی کے بعد کافر ہو سکتا ہے۔

یہ بات شیعہ حضرات حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ میرا یہ بیٹا مسلمانوں کی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ کیا اس وقت چند مسلمانوں کی دو جماعتیں تھیں جن میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلح کرا رہے تھے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بڑے ہی نرم دل ہیں۔ ان کے بعد اپنے جلیل القدر صحابہ اور خلفاء کی تعریف فرمائی۔ پھر اولین و آخرین صحابہ کرام کی تعریف فرمائی۔ اس طرح آپ نے فرمایا میری امت میں معاویہ حلیم بھی ہیں اور سخی بھی۔ یہ ہیں وہ اوصاف جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خلفاء صحابہ اور خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بیان فرما رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے ایک اور حدیث پاک میں فرمایا میرے صدیق بڑے

رفیق القلب ہیں اور پھر عمر بڑے قوی ہیں۔ اللہ کے دین کے بڑے ہی جانثار ہیں۔ عثمان بڑے صاحب حیا ہیں۔ ان کے بعد علی ہیں۔ جس طرح ہر نبی کا حواری ہوتا ہے وہ میرے حواری ہیں۔ طلحہ اور زبیر بھی میرے حواری ہیں۔ جہاں سعد بن ابی وقاص ہو وہاں حق ہے۔ ان کے ساتھ سعید بن زید ہیں۔ پھر عشرہ مبشرہ ہیں۔ یہ عشرہ مبشرہ خدا کے اصباء میں سے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن عوف اللہ تعالیٰ نجباء میں سے ہیں۔ ابوعبیدہ بن جراح اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔ میرے سر (بھید) معاویہ بن ابی سفیان ہیں۔ جس نے معاویہ کو دوست رکھا اس نے نجات پائی۔ جس نے ان صحابہ سے بغض رکھا وہ ہلاک ہو گا۔ یہ حدیث پاک محب طبری نے اپنی ریاض لکھی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میرے بیٹھے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جبرئیل علیہ السلام آئے' آتے ہی کہا حضور ﷺ حضرت معاویہ کو وصیت فرمائیں' وہ امین ہیں' اللہ تعالیٰ کی کتاب کو نہایت دیانت سے لکھتے ہیں۔ یہ صحیح حدیث ہے۔ اس کے راوی ثقہ ہیں اور مرفوع ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زوجہ محترمہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے۔ آپ نے دیکھا کہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی معاویہ رضی اللہ عنہ گھر میں موجود ہیں اور وہ اپنے بھائی کا سر گود میں رکھے چوم رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کیا تم اپنے بھائی معاویہ سے محبت رکھتی ہو؟ عرض کی یارسول اللہ ﷺ! مجھے اپنے بھائی سے بے حد محبت ہے۔ حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا اس شخص سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بھی محبت کرتا ہے۔ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی زوجہ محترمہ تھیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن تھیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے محبوب سالے تھے۔

ایک اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ مجھے اور میرے سسرال والوں کو اللہ کی حفاظت میں رہنے دو۔ میرے سسرالی اور میرے صحابہ میرے محبوب ہیں۔ جو شخص میرے صحابہ کی حفاظت نہیں کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں ہو گا۔ ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا کہ میں نے نکاح کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا کیا میں اپنی امت میں نکاح کروں یا نہ کروں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس سے آپ نکاح کریں گے وہ جنت میں آپ کے ساتھ ہو گی۔ اس سے ثابت ہوا کہ میرے تمام سسرال والے اور داماد جنتی ہیں۔ اس حدیث پاک کے راوی حضرت حرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کی بشارت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا اذا ملکت فاحسن جب تمہیں خلافت عطا کی جائے تو اسے اچھے طریقہ سے سرانجام دو۔ ایک اور حدیث پاک میں آیا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس دن سے خلافت حاصل کرنے کے درپے تھا جس دن سے میں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی زبان مبارک سے سنا کہ خلافت اور امارت کے وقت اللہ سے ڈرنا ہو گا اور عدل و انصاف سے کام لینا ہو گا۔ جب مجھے امارت ملی تو سب سے پہلے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں

شام کا امیر مقرر کیا تھا۔ میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کے دوران امارت شام پر متعین رہا۔ پھر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک معاہدے کی رو سے مجھے خلافت عطا فرما دی۔ اسی حدیث پاک کو امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میری نبوت کے بعد خلافت کا دور شروع ہو گا اور یہ خلافت بھی نبوت کے طریقہ پر ہو گی۔ یاد رہے کہ اگرچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ خلیفہ نہیں تھے مگر انہوں نے اپنی امارت کو خلافت کے انداز میں چلایا تھا۔ اس کے باوجود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے افضل ہیں۔ ان کی امارت بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہے۔ آپ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رضا و منظوری سے امیر بنے تھے۔ یہ بات حضرت احمد بن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "فضائل معاویہ" میں تفصیل کے ساتھ لکھی ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت ایک طویل عرصہ تک جاری رہی۔ حضرت عمر، حضرت عثمان اور پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ خلافت میں آپ متفقہ امیر شام و عراق رہے تھے۔ کسی خلیفہ رسول اور امیرالمومنین نے آپ کی امارت کو ناپسند نہیں کیا ورنہ آپ کو معطل کر دیا جاتا۔ اس طویل عرصہ میں آپ نے کسی قسم کی شکایت کا موقعہ نہیں دیا تھا۔ تمام لوگ آپ کے عدل و انصاف سے مطمئن تھے۔ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ سالہ دور خلافت میں بلا تامل عراق اور شام کی امارت کی۔ صرف حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد آپ نے قصاص کا مطالبہ کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے قصاص کے مسئلہ پر

اختلاف کیا تھا۔ یہ اختلافات بھی اجتہادی تھے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر شام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت عطا فرمادی تھی اور ایک معاہدہ کر لیا تھا۔ وہ صحابہ کرام کی اکثریت کے اتفاق سے امیرالمسلمین قرار پائے تھے۔ کچھ عرصہ کے لئے ایک اجتہادی اختلاف پر وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کشیدہ خاطر رہے مگر پھر رجوع کر لیا۔ مسلمانوں کا خون بہانے سے دونوں فریق رک گئے۔ یہ اجتہادی اختلاف بھی ختم ہو گیا۔ آج شیعہ اور دوسرے مخالفین اس مسئلہ کو اچھالتے رہتے ہیں اور اسے بغاوت کے نام سے مشہور کرتے رہتے ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مورد طعن و تشنیع بناتے رہتے ہیں۔ اسی طرح وہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مویدین حضرت عمرؓ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مورد طعن ٹھہراتے ہیں۔ ان حضرات نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنانے میں کوئی غلطی نہیں کی تھی۔

حضرت احمد بن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت بیان کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے "نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا سب سے پہلے نبوت کا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ پھر خلافت کا مقام ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ پھر امارت ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت کو رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے رحمت خداوندی قرار دیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت بھی خلافت سے ملحق ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ آپ کے دور امارت کو خلافت راشدہ کا حصہ مانا گیا ہے۔

ایک حدیث پاک میں آیا ہے لا یزال امتی صالحاً حتی یمضی

اثنا عشرہ خلیفۃ کلھم من قریش "میری امت ہمیشہ راستی پر رہے گی۔ اس میں بارہ خلفاء خلافت کریں گے یہ تمام قریش میں سے ہوں گے۔" حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی قریش میں سے تھے۔ پھر حضور پرنور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کی فضیلت میں فرمایا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے جلیل القدر صحابہ سے مشورہ فرمایا اور اس مشاورت میں سیدنا ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما موجود تھے۔ آپ ہر بار بات کرتے تو دونوں عرض کرتے واللہ اعلم و رسولہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک آدمی کو بھیجا جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلا لائے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور ہاتھ باندھ کر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے کھڑے رہے۔ آپ ﷺ نے تمام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ ان سے اپنے کام لیا کرو اور انہیں اپنا شاہد بنایا کرو کیونکہ یہ قوی ہیں امین ہیں۔

حضور رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس حدیث پاک پر غور فرمائیں تو معلوم ہو گا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قوی اور امین فرمایا ہے اور یہ اشارہ فرمایا ہے کہ یہ معاملات کو سلجھانے کے لائق ہیں اور خلافت ان کا حق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت ان کے سپرد کر دی تھی۔ آج شیعہ حضرات حسد اور بغض کی وجہ سے تڑپتے رہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے عہد خلافت میں شام کا امیر بنایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں امارت پر متمکن رکھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انہیں قبول کیا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تمام معاملات ان کے سپرد کر دیئے۔ یہ خلفاء کرام اتنے زبردست تھے کہ بڑے سے بڑا آدمی بھی کوئی غلطی کرتا اور اس کی شکایت آتی تو اسے فوراً معزول فرما دیا

کرتے تھے۔ مگر ان اصحاب ثلاثہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معزول نہیں کیا تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں ان کے ایک بھائی یزید بن ابی سفیان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ملک کا والی مقرر کیا تھا۔ یہ دونوں بھائی بیس سال تک امارت اور ولایت پر رہے۔ اب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے درمیان جو لڑائی ہوئی وہ بھی دونوں کی صلح پر ختم ہو گئی تھی۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہونا قبول کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا میرا یہ بیٹا حسن سید ہے۔ یہ امت میں صلح کا ذریعہ بنے گا۔ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ اس فرمان کی روشنی میں سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلیٰ کردار ادا کیا۔ دونوں طبقوں میں صلح کرادی، پھر بار خلافت بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دیا۔ اس سال صلح کا نام "سنة الجماعت" رکھا گیا تھا۔ یہ دونوں طبقے مسلمان تھے، ان میں کسی کو کافر نہیں کہا گیا۔

جن دنوں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت دی تو اس وقت ہزاروں صحابہ موجود تھے کسی ایک نے بھی حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فیصلے پر تنقید نہیں کی تھی۔ کسی نے اعتراض نہیں کیا تھا۔ اگر بعد میں آنے والے مخالفین اور معاندین اعتراض کرتے ہیں تو ان کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔

گر نہ بیند بروزش شیرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فقیہ اور مجتہد تھے

ہم پیچھے ایک مقام پر لکھ آئے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امت کے اکابرین نے فقیہ اور مجتہد مانا ہے۔ حضرت امام حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "تطہیر الجنان واللسان" میں ایک حدیث پاک نقل کی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما زمانہ حج میں مکہ مکرمہ میں ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے تھے' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے بعض مجتہدانہ سوالات کئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مطمئن کر دیا۔ یہ حدیث پاک "صواعق محرقہ" کے حاشیہ میں موجود ہے۔ یہ حدیث پاک بخاری شریف میں بھی موجود ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فقیہ اور مجتہد تسلیم کیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی فقاہت اور ہدایت کے لئے دعا فرمائی تھی۔ یہ دونوں وصف بڑے اعلیٰ اور بلند ہیں۔ آپ عالم بھی تھے اور ترجمان القرآن (مفسر قرآن) بھی تھے اور صحابہ کرام کی امداد فرمایا کرتے تھے۔ جنگ صفین اور جنگ جمل کی لڑائیاں اجتہادی غلطیوں سے ہوئی تھیں۔ اگرچہ آپ کی یہ اجتہادی غلطی تھی تاہم آپ کو ایک ثواب کا اجر ملے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ آپ شریعت کے احکامات کو خوب جانتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارے اہل عراق کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا تھا۔

ابی الدردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں قال ما رائیت احداً بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشبہ صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم من امیر کم ھذا میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد کسی کو ایسی نماز نہیں پڑھتے دیکھا جس طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پڑھا کرتے تھے۔ یعنی آپ نماز پڑھتے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ایک ایک ادا (سنت) کی پیروی کیا کرتے تھے۔ کیوں نہ ہو' حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ کے لئے بے پناہ دعائیں فرمائی تھیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حاسدین اور مخالفین آپ کے متعلق جو کچھ لکھتے ہیں اس سے تو یوں ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تمام دعائیں معاذاللہ بیکار گئیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تو دانائے راز ہیں۔ مستقبل کے حالات پر ان کی نگاہیں یکساں ہوتی ہیں۔ وہ ایک گمراہ یا باغی شخص کو ہادی' مہدی اور فقیہ کیسے کہہ سکتے تھے۔ اکثر صحابہ کرام نے آپ سے روایات نقل کی ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی رائے

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے پناہ علوم کے ماہر تھے۔ ان کی علمی معلومات احادیث کا عظیم سرمایہ ہیں۔ آپ نے ہمیشہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات کا اعتراف کیا۔ صحابہ کرام نے ان کا احترام کیا ہے ان کے اقوال و افعال کو تمام صحابہ کرام اور تابعین نے قبول کیا۔ ان کے اقوال اور اجتہاد شریعت مطہرہ کے کئی معاملات میں سند کی حیثیت سے تسلیم کئے گئے ہیں۔ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افعال اور اعمال کی ہمیشہ تعریف کرتے رہے ہیں۔

میں (کاتب الحروف محمد نبی بخش حلوائی) عرض گزار ہوں کہ " حصن حصین " کے مؤلف امام جزری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے فضائل کی احادیث کو بڑی تفصیل اور سند سے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے جسے امام بخاری نے "بخاری شریف" میں نقل فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی دوسرا شخص شام کی امارت اور اقتدار پر نہیں دیکھا۔ میں جب شام گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی لشکروں کو اتنی خوبی سے تربیت دی ہے کہ میرا دل خوش ہو گیا۔ آپ نے مزید فرمایا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب کے کسریٰ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا شخص جسے عرب کا کسریٰ کہتا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دعاؤں کا ثمرہ جانتے ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جن کے قاتل بھی بخشش کے مستحق ہوں وہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا بھائی کہیں اور اعلانیہ کہیں اخوانا بغوا علینا ہمارے بھائیوں نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھا لئے ہیں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات ہم تک نہ پہنچتیں تو ہمارا علم ناقص رہ جاتا۔ آج کون لوگ ہیں جو ان شہادتوں کے سامنے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گفتگو کرتے ہیں۔

ایک دن حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا معاویہ کا سر بڑا ہے اور یہ سرداروں کی علامت ہے۔ یہ قوم کا سردار ہو گا۔ آج شیعہ حضرات حضرت عمار یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت پیش کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں باغیوں کی ایک جماعت قتل کرے گی اور وہ جنگ صفین میں قتل ہوئے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے آپ کو شہید کیا تھا۔ لہٰذا وہ باغی تھے۔ ہم

اس کا جواب قرآن پاک کی اس آیت کریمہ کو پیش کر کے دینا چاہتے ہیں۔ وان طائفتان من المومنین ان دونوں جماعتوں کو یکساں مومن قرار دیا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خطا اجتہادی تھی۔ جو بغاوت یا سرکشی نہیں کہی جاسکتی۔ اجتہادی خطاء پر بھی مجتہد کو ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے۔ آپ کے اس اجتہادی فیصلے کو بہت سے صحابہ کرام نے پسند کیا تھا اور آپ کا ساتھ دیا تھا۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بخوشی اپنی خلافت کی ذمہ داریاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونپ دی تھیں۔ کیا آپ ایک باغی کے ساتھ ایسا سلوک کر سکتے تھے۔ ہر روایت نہایت صحت اور سند کے ساتھ بیان کی گئی ہی۔ ان اهل مکه اخرجوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فلا تکون الخلافة فیهم ابداً وان اهل المدینه قتلوا عثمان فلا تعود الخلافة فیهم ابداً ○ یعنی مکہ والوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنے شہر سے نکال دیا تھا۔ ان میں سے کوئی خلافت کا حقدار نہ ہو سکا۔ مدینہ والوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا ان میں بھی خلافت نہ آئی۔ مکہ والوں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نکال دیا ان میں خلافت کا استحقاق سلب ہو گیا۔ صرف وہی مکی حضرات منصب خلافت پر آئے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوئے تھے۔

قتل حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد کسی مدنی کو خلافت نہ ملی۔ اب شام کے امیر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی خلافت کے مستحق تھے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ عرصہ کے لئے خلیفہ رہے مگر ان کی خلافت صرف مکہ تک محدود تھی اور ان کی خلافت کو علی الاعلان کسی نے نہ

تسلیم کیا نہ آج تک ان کی خلافت کا ذکر آیا ہے۔ خلافت راشدہ کے بعد اگر کسی صحابی کے حصے میں خلافت یا امارت آئی ہے وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں قال ما رائیت احداً من الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسور من معاویۃ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جاہ و جلال کا امیر نہیں دیکھا۔ وہ اپنی سیادت و قیادت کی وجہ سے درجہ کمال کو پہنچے تھے۔ وہ جامع صفات تھے جو علم، حلم اور کرم کو اپنی جلو میں لے کر پہنچے تھے۔

حضرت اعمش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت ہے قال لو رائتم معاویۃ لقلتم ھذا المھدی اگر تم حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھو تو زبان سے کہہ دو کہ یہ مہدی ہیں۔ یاد رہے کہ حضرت اعمش رحمتہ اللہ علیہ تابعین میں سے بڑے جلیل القدر بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ قول بڑا اہم ہے۔ آپ کی روایتوں پر غور کیا جائے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مہدی تھے اور مہدی وہ ہوتا ہے جو اپنے تمام اعمال و اقوال میں ہدایت یافتہ ہو۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ راوی احادیث تھے

محدثین کی تحقیق کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک سو ساٹھ احادیث نبوی روایت کی گئی ہیں۔ ان میں سے تریسٹھ (۶۳) احادیث بخاری اور مسلم میں موجود ہیں۔ جب آپ کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے عزیزوں کو کہا میرے پاس سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی قمیص مبارک ہے۔ جسے آپ ﷺ اپنے جسم اطہر پر پہنا کرتے تھے۔ مجھے یہ قمیص کفن کے طور پر پہنائی جائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے تراشیدہ ناخن میں نے فلاں جگہ سنبھال کر رکھے ہیں یہ ناخن میری آنکھوں پر جما دینا۔ بس پھر مجھے میرے اللہ کے حوالے کر دینا۔ مجھے حضور نبی کریم رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے یہ تبرکات نجات دلائیں گے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۵ رجب المرجب ۸۲ ہجری کو فوت ہوئے تھے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعنہ زنی کرنے والوں کو جوابات

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر بہت سے جاہل لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ شیعہ حضرات خاص طور پر ان کے خلاف بے سروپا باتیں کرتے رہتے ہیں۔ اگرچہ ہم ایسے مطاعن کا جواب سابقہ صفحات پر دے آئے ہیں تاہم ایسے لوگوں کے اعتراضات پر ایک نظر ڈالنی ضروری جانتے ہیں۔

مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت ہے کہ میں بچپن میں اپنے ہم عمر لڑکوں سے کھیل رہا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم وہاں ہی تشریف لے آئے۔ بچے بھاگ کر چھپ گئے مگر آپ نے مجھے کندھوں سے پکڑ کر فرمایا' جاؤ' معاویہ کو بلا لاؤ۔ میں گیا' واپس آکر کہا یا رسول اللہ ﷺ! معاویہ تو کھانا کھا رہے ہیں۔ آپ نے دوبارہ کہا جاؤ اور معاویہ کو میرے پاس لاؤ۔ میں دوبارہ گیا اور واپس آکر عرض کی وہ تو ابھی تک کھانا کھا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ اس کے پیٹ کو سیر نہ کرے۔ اس حدیث پاک کو سن سن کر جاہل لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

"پیٹو" کہتے ہیں۔ حالانکہ اس موقعہ پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کوئی قصور نہیں۔ صرف حضرت ابن عباس بار بار جاتے اور دیکھ کر واپس آجاتے۔ نہ حضور ﷺ کا پیغام پہنچاتے اور نہ بتاتے کہ حضور ﷺ بلا رہے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات حضرت کی نافرمانی یا دیر سے آنے کے لئے نہیں کہی بلکہ آپ کا کھانا دیر تک کھانے کی وجہ سے کہی ہے۔ دیر تک کھانا کھانے کا مطلب زیادہ کھانا نہیں بلکہ آہستہ آہستہ سلیقے سے کھانا مراد ہے۔ یہ قابل اعتراض بات نہیں ہے۔ ہاں اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچ جاتا اور وہ دیر کرتے تو قابل اعتراض بات تھی۔ حضور ﷺ کا پیغام سن کر یا آپ کے بلانے کی آواز سن کر تو صحابہ کرام نماز چھوڑ کر حاضر ہو جایا کرتے تھے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض اوقات کئی صحابہ کرام بلکہ ازواج مطہرات کے لئے بھی ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ایک صحابی کو فرمایا تربت یمینک تیرا داہنا ہاتھ خاک آلود ہو۔ ازواج مطہرات کو عقری حلقی جیسے الفاظ فرمایا کرتے تھے۔ یہ دعائیہ الفاظ ہیں، زجر و توبیخ نہیں ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں فقیہ ہیں، ہادی ہیں، مہدی ہیں۔ جو لوگ آپ کو الزام دیتے ہیں وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اتنا تعلق خاطر ہے کہ آپ انہیں بلانے کے لئے بچے کو بار بار بھیج رہے ہیں۔ بچہ اگر کھانا کھاتے دیکھ کر واپس آتا ہے تو اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا قصور ہے۔ حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت دیکھئے کہ آپ کو بار بار بلا رہے ہیں۔

شیعہ حضرات ایک اور اعتراض کرتے ہیں وہ امام نووی کی ایک

روایت بیان فرماتے ہیں کہ " جب تم معاویہ کو میرے نزدیک دیکھو تو اسے فوراً قتل کر دو۔" شیعہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو امام ذہبی نے بھی نقل کیا ہے۔ یہ تمام باتیں شیعوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ ان میں حقیقت کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔ یہ شیعوں کی گھڑی ہوئی حدیثیں ہیں۔ اگر یہ احادیث صحیح ہوتیں تو صحابہ کرام نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا۔ اگر یہ حدیث مستند ہوتی، صحیح ہوتی، سچی ہوتی تو صحابہ کرام اس پر ضرور عمل کرتے اور نہیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ شیر خدا تھے اس پر ضرور عمل کرتے۔ ان کے ساتھ ہزاروں صحابہ تھے۔ ابوموسیٰ اشعری، عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جانبازوں کی ایک کثیر جماعت موجود تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تھی۔ ان کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ ان حضرات نے کبھی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اختلاف نہیں کیا، صلح صفائی سے رہے۔ آج کا شیعہ اپنی بدباطنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے طرح طرح کی باتیں بناتا رہتا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ برحق کی حیثیت سے اسلامی ممالک کے حکمران رہے۔

شیعہ حضرات ایک اور اعتراض کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے فرمایا تھا کہ تمہیں باغی قتل کریں گے۔ جن لوگوں نے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا تھا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامی تھے۔ یہ من گھڑت افسانہ رافضیوں اور شیعوں کو ہی زیب دیتا ہے۔ اکثر شیعہ افسانہ نگار حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بنوامیہ برے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ چونکہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنوامیہ میں سے تھے وہ بھی برے شخص ہیں۔ اس لئے وہ خلافت یا امارت کے اہل نہیں ہیں۔

شیعوں کا یہ اعتراض ان کی جہالت اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعصب کا نتیجہ ہے۔ ہم ان معترضین سے پوچھتے ہیں کہ اگر واقعی اس حدیث پاک سے بنوامیہ برے تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کیا کہیں گے جن کے عقد میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اپنی دو بیٹیاں دیں۔ آپ کو محبوب ترین صحابی قرار دیا اور آپ کی خلافت کو تمام صحابہ رسول اور اہل بیت نے متفقہ طور پر تسلیم کیا تھا۔ اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ بھی بنوامیہ کے فرد تھے۔ ان کی خلافت، امارت اور فضیلت سے کسی کو بھی انکار نہیں۔ کیا یہ حدیث صحابہ کرام سے سامنے نہیں آئیں۔ کیا اسے تابعین نے نہیں دیکھا تھا۔ کیا یہ اہل بیت کی نظروں سے اوجھل رہی۔ صرف شیعہ افسانہ نگاروں نے انہیں ڈھونڈ نکالا تھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب امارت کے منصب پر فائز ہوئے تمام صحابہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کی امارت کو تسلیم کیا تھا۔ اگر وہ باغی تھے، تو ساری امت مسلمہ اس بغاوت پر خاموش کیوں رہی؟

شیعہ مورخین حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات پر مجرم قرار دیتے ہیں کہ آپ نے اپنے بیٹے یزید کو نامزد امیر مقرر کر دیا تھا حالانکہ یہ طریقہ کار خلافت راشدہ کے دوران کبھی اختیار نہیں کیا گیا۔

ہم ان حضرات کو جواب میں یہی کہیں گے کہ خلافت راشدہ کے بعد امارت ہی خلافت کی ایک شکل تھی۔ حضرت ذوالقرنین، حضرت سلیمان، حضرت یوسف علیہم السلام اگرچہ بادشاہ اور سلطان وقت تھے مگر ان کی خلافت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امارت اور بادشاہت

کے نام سے پکارے جاتے ہیں تو سابقہ انبیاء کرام بھی اسی لقب سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نیابت کرتے رہے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت راشدہ (خیرالقرون قرنی) کے بعد بادشاہت اور امارت کا دور ہو گا۔ لہٰذا خلافت اور امارت میں فضیلت کے لحاظ سے تو بات تسلیم کی جاسکتی ہے۔ مگر ملکی انتظامات اور اسلامی خدمات و فتوحات کے پیش نظر اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت ہی کہا جائے گا۔ امارت اور بادشاہت میں اولاد کو اپنا جانشین بنانا قابل اعتراض بھی نہیں اور خلاف روایت بھی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلافت کو بادشاہت کہا اور اس سلسلہ حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت اور بادشاہت تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے تھی۔

دوسری بات ذہن نشین رہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبیلہ بادل نخواستہ اور تقدیر خداوندی کے طور پر تھا۔ حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار کہا تھا کہ اگر مجھے میرے بیٹے کی محبت مجبور نہ کرتی تو میں ایسا فیصلہ نہ کرتا۔ پھر یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی مردوں سے زندہ ہوتے ہیں اور زندوں سے مردہ آتے ہیں۔ عالم سے جاہل اور جاہل سے عالم ہونا اسی آیت کریمہ کی تفسیر ہے۔ ابوجہل سے عکرمہ رضی اللہ عنہ جیسا جری مجاہد پیدا ہوتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے یزید جیسا منحوس بیٹا بھی سامنے آتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔ ابوجہل کی نحوست اور کفر کے اثرات حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نہیں تھے۔ اسی طرح حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکیوں کا اثر یزید پر نہیں ہوا تھا۔ بسا اوقات سابقین بزرگوں کی اولاد منحوس اور نالائق ہوتی ہے۔ پھر قرآن مجید نے اولاد کو فتنہ بھی قرار دیا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ بیٹا یزید ایک فتنہ

تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو کوئی موڑ نہیں سکا ہے۔

ہم یہاں صلوٰۃ مسعودی اور مولوی محمد عبداللہ لاہوری مؤلف "باران انواع" کا حوالہ دیتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بغض رکھے وہ میرا محبوب نہیں ہو سکتا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تمہاری اولاد سے ایک شخص ایسا بھی ہو گا جو میری اولاد سے دشمنی رکھے گا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بات سنی تو کانپ گئے اور یہ ارادہ کر لیا کہ اس دن کے بعد اپنی بیوی سے صحبت نہیں کریں گے تاکہ اولاد پیدا ہی نہ ہو۔ مگر ایک وقت آیا کہ آپ ایک ایسے مرض میں مبتلا ہو گئے کہ طبیبوں نے اس کا علاج عورت سے جماع کرنا تجویز کیا۔ آپ نے ایک بوڑھی عورت سے نکاح کیا اور صحبت کی' آپ کا خیال تھا کہ اس عمر میں اس عورت سے اولاد نہیں ہو سکتی۔ مگر وہ عورت حاملہ ہو گئی اور یزید پیدا ہوا۔ جب وہ جوان ہوا تو آپ نے یزید کو بلایا اور اہل بیت کی فضیلت بیان فرمائی اور اسے وصیت کی کہ وہ اہل بیت کے ہر فرد کا احترام کرتا رہے گا۔ یزید نے اسی وقت انکار کر دیا کہ میں اہل بیت سے محبت نہیں کر سکتا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت حضرت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک قاصد بھیجا اور دونوں شہزادوں کو اپنے پاس بلایا اور عرض کی کہ میں سخت بیمار ہوں' لاچار ہوں' آپ تشریف لا کر مجھ پر احسان فرمائیں۔ ان کی خواہش تھی کہ یزید کے اس جواب کے بعد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کے لئے نامزد کر دیا جائے۔ مگر یزید نے یہ بات معلوم کرتے ہوئے اس قاصد کو راستے ہی میں قتل کروا دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتقال کر گئے۔ ایک عورت زینب نامی نہایت

خوبصورت اور خوش شکل تھی یزید نے اسے اپنے نکاح کے لئے پسند کیا۔ مگر دوسری طرف اس عورت نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شادی کر لی۔ یزید حسد سے جل اٹھا اور آپ کو ایک سازش کے ذریعے مروادیا۔ یہ واقعہ "نورالعین فی مشہد الحسین" مولفہ امام ابواسحاق اسرائنی قدس سرہ جو ۴۰۳ ہجری کو فوت ہوئے تھے درج ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ آپ کو استاد مانتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو تمام ممالک اسلامیہ نے تسلیم کر لیا اور ان کا اقتدار قائم ہو گیا تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اہل و عیال سمیت دمشق میں قیام پذیر تھے۔ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سب کے لئے بڑے احترام اور تعظیم بجالائے۔ ہر ایک کو احترام اور عزت سے بٹھایا۔ اپنے تمام درباریوں کو اہل بیت کی عزت کا حکم دے دیا۔ اور اپنا ہاتھ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے بلند نہ کرتے تھے۔ ان کے حکم کو سر جھکا کر تسلیم کرتے اور تمام لوگوں سے پہلے اہل بیت کے افراد کو وظیفہ دیتے تھے۔ جب تک اہل بیت سوار نہ ہوتے آپ اپنی سواری پر نہ بیٹھتے تھے۔ آپ جب تک زندہ رہے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پاس کرسی پر بٹھاتے۔

اسی دوران آپ بیمار ہو گئے۔ بیماری کا زور بڑھتا گیا۔ زندگی کی امید نہ رہی تو یزید کو اپنے پاس بلایا اور کہا دیکھو! ہر ایک کو موت آنی ہے۔ موت ایک لمحہ کے لئے بھی آگے پیچھے نہیں ہوتی۔ میری موت کا وقت آگیا ہے۔ یزید نے پوچھا کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہو گا؟ آپ نے فرمایا تم خلیفہ ہو گے۔ لیکن یاد رکھو میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ رعیت کے ساتھ عدل و انصاف

کرنا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام انسانوں سے دریافت کرے گا کہ اس نے تم سے کیسا انصاف کیا تھا۔ پھر وہ جسے چاہے گا جنت میں داخل کرے گا۔ ظالم بادشاہ کو ان کے سامنے دوزخ میں پھینکنے کا حکم دے گا۔ اے بیٹے! تمہارے پاس تین قسم کے لوگ آئیں گے۔ اپنے سے بڑے کا باپ کا سا ادب دینا اور اپنے ہم عمر لوگوں سے اپنے بھائیوں کی طرح سلوک کرنا اور اپنے سے چھوٹے کو بیٹے کی طرح شفقت دینا۔ تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا تم کتنا بھی چھپ کر کوئی کام کرو اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کو وصیت کرتے ہیں

میں تمہیں خصوصی طور پر وصیت کرتا ہوں کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل بیت' ان کی اولاد' ان کے بھائیوں کی اولاد' ان کے قبیلے کے لوگوں اور خاص طور سے بنوہاشم کے افراد سے حسن سلوک سے پیش آنا۔ کوئی کام ان کے مشورہ کے بغیر نہ کرنا۔ ان کا حکم تسلیم کرنے میں عزت جاننا۔ ان کے ہاتھ اپنے سر پر رکھنا۔ اگر کھانا کھانے بیٹھو تو ان سے پہلے شروع نہ کرنا۔ اپنے کسی فرد پر ان سے پہلے خرچ نہ کرنا۔ بنوہاشم ہر حالت میں ہم پر فائق ہیں۔ خلافت کا حق صرف امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہے۔ ہم تو صرف انتظامی معاملات کے لئے خلافت کے لئے آئے ہیں اور اسے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دینا چاہئے۔ یہ اہل بیت کا حق ہے ہم تو اس خاندان کے غلام کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔

اے بیٹا! جب بھی خرچ کرو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے اخراجات سے دگنا دیا کرو۔ اگر وہ ناراض ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا غضب نازل ہو گا۔ یاد رکھو! حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے جد امجد ہی کی شفاعت سے ہماری بخشش ہونی ہے۔ وہ تمام اگلے پچھلے لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے۔ آپ ﷺ شفاعت عظمیٰ کے مالک ہیں۔ جو تمام جنات اور انسانوں کے لئے ہے۔ ان کے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ قیامت کے دن حوض کوثر کے مالک ہوں گے۔ وہ لوائے الحمد کا پرچم تھامے ہوئے ہوں گے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہوں گی۔ ہم انہیں کے وسیلہ سے بخشے جائیں گے۔

شیعہ مصنّفین کی بددیانتیں

شیعہ مصنّفین کی عادت ہے کہ وہ اپنے بغض کو چھپا نہیں سکتے۔ وہ اپنی تحریروں میں بددیانتیاں کرتے رہتے ہیں بلکہ تاریخ اور تذکرہ میں بھی ترامیم کرتے جاتے ہیں۔ اس وصیت کے الفاظ میں بھی "کتاب الشہدا" کے مصنف نے یزید پلید کے واقعات اور کردار کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب کر دیا ہے۔

مامون الرشید نے حضرت امام علی رضا موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح کا عہد کیا اور حضرت امام رضی اللہ عنہ نے بھی اس صلح نامہ پر دستخط کئے اور اس کاغذ کی پشت پر بھی لکھ دیا کہ میں اس عہد پر قائم ہوں۔ مگر شیعوں نے اپنی کتاب " جفر الجامع " میں اس کے بالکل برعکس لکھا ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم فیصل ہوتا ہے وہ کشائش دینے والا ہے۔ پھر بھی میں امیر المومنین کی اطاعت کرتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے آفات سے بچائے۔

اس عہد پر جب دو سال گزر گئے تو مامون الرشید پر شقاوت نے غلبہ کیا وہ اپنے معاہدہ پر نادم ہوا اس کے دل میں کئی قسم کے برے ارادے اٹھنے

لگے۔ ایک افطاری کے وقت اس نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دسترخوان پر بلایا' آپ کے سامنے انگوروں کا ایک خوشہ رکھا جس میں زہر ملایا گیا تھا۔ آپ نے چند دانے کھائے' گھر پہنچتے ہی زہر نے اثر کیا اور آپ شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ ۹ رمضان المبارک ۲۰۳ ہجری کو رونما ہوا تھا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ' ہم نے یہ واقعہ "مصباح الجفر" کے صفحہ ۱۰ سے ۱۲ تک لیا ہے۔
مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ موت کے فلسفہ پر کتنا عجیب تبصرہ فرماتے ہیں ؎

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود
آں دوا در نفع خود گمراہ شود

از قضا سرانگبیں صفرا شود
روغن بادام خشکی می کند

از ہلیلہ قبض شد اطلاق رفت
آب آتش را مدوشد ہم چوتفت

" قضا کے سامنے ہر چیز ہیچ ہو جاتی ہے۔ طبیب علاج کے وقت بے وقوف بن جاتا ہے۔ ہر چیز اپنا اثر کھو بیٹھتی ہے اور انسان بے بس ہو کر رہ جاتا ہے۔"

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تقدیر خداوندی کی زد میں

ان حالات میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی قضا کے حکم کے سامنے بے بس ہو گئے تھے ورنہ نہ وہ یزید کی جانشینی پر راضی تھے۔ نہ اہل بیت سے انہیں ناراضگی تھی۔ وہ امیر شام تھے' انہوں نے اپنی زندگی میں اسلامی سلطنت کو دور دور تک پھیلا دیا تھا۔ مگر وہ یزید کے اعمال اور عادات پر قابو نہ پا سکے۔ تقدیر نے ان کی تمام تدابیر اور سیاسی بصیرت کو پس پشت ڈال دیا

ورنہ آپ اہل بیت کا بے پناہ احترام کرتے تھے۔ ان کی یہ تقدیری شکست آگے چل کر اہل بیت کو درجہ شہادت دینے کا ذریعہ بنی اور اہل بیت کو عظیم درجات ملے۔ امام موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بھی تقدیر کی ایک چال ہے۔ آپ نے صبر فرمایا' شہادت کا رتبہ پایا۔

شیعہ مصنّفین کے جھوٹے واقعات

شیعہ حضرات نے اپنی کتابوں میں بے شمار جھوٹے واقعات بیان کئے ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ عنہ نے زہر دلا دیا۔ حالانکہ یہ حرکت یزید پلید کی تھی۔ "تاریخ خلفاء" میں اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ جعدہ بنت اشعث نے یزید کے کہنے پر زہر دیا تھا۔ وہ یزید سے نکاح کے لئے بیتاب تھی۔ یہی بات "شمس التواریخ" کے صفحہ ۱۳۳۵ جلد چہارم میں درج ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ نے یزید بن معاویہ کے ورغلانے پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دے دیا۔ "صواعق محرقہ" کے مصنف نے بھی زہر خوانی کا واقعہ یزید کی شہ پر بیان کیا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے "سر الشہادتین" میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

ان معتبر کتابوں کی تحریروں کے باوجود شیعہ اپنی طرف سے قصے بناتے جاتے ہیں اور حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام تراشی کرتے جاتے ہیں اور جھوٹی کہانیوں سے اپنی کتابوں کے صفحات سیاہ کرتے جاتے ہیں۔ اسی طرح شیعہ مصنّفین نے حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغض کی وجہ سے آپ کا حلیہ بیان کرنے میں بھی رکیک الفاظ بیان کئے ہیں۔ "تاریخ خلفاء" کے مصنف نے حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک طویل القامت'

سفید رنگ اور خوبصورت انسان لکھا ہے جن کی ہیبت سے آپ کے دشمن کانپتے تھے مگر شیعہ مصنفین لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں سبز تھیں' شکل ڈراوَنی تھی۔ ان بدبختوں کو یہ معلوم نہیں کہ ڈراوَنی شکل تو دشمنوں کے لئے تھی اشداء و علی الکفار کا مظہر تھی۔ اپنوں کے لئے تو آپ رحماء بینھم کی تصویر تھے۔ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ ایسا ہوتا جیسا شیعہ بیان کرتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم آپ کو احلم امتی "میری امت کا حلیم ترین شخص" نہ فرماتے۔

غنیۃ الطالبین میں خیانت

کتابوں میں خیانت اور از خود ترمیم کا سلسلہ زمانہ قدیم سے چل رہا ہے۔ حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "غنیۃ الطالبین" میں یوں تحریف کر دی گئی کہ حنفیہ کو مرجیہ بنا دیا گیا ہے۔ "تفسیر عزیزی" میں بعض غیرمقلدین نے ویکون الرسول علیکم شھیدا کی تفسیر کو ہی اڑا دیا ہے۔ جو لوگ خود نور نبوت کے عقیدہ سے محروم ہیں چنانچہ انہوں نے "تفسیر عزیزی" میں ترمیم کر دی۔ مجربات امام سیوطی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کے تمام اشعار اور عبارات ختم کر دی گئی ہیں۔ حافظ محمد لکھوی اپنی "تفسیر محمدی" میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ اپنے مطلب کا بنا کر پیش کرتا ہے۔ وہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینے پر بھی خیانت کرتا جاتا ہے۔ خلیل احمد انبیٹھوی نے "براہین قاطعہ" میں ایک حدیث کو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں تھا۔ حالانکہ اس حدیث پاک پر شیخ نے لکھا ہے لا اھل لہ اس کی کوئی بنیاد ہی نہیں۔ مولوی حسین علی

واں ۔ بچراں نے اپنے رسالہ "علم غیب" میں سورۂ جن کی نصف آیت اڑا دی ہے وہ لا یظھر علی غیبہ احد تو لکھتا ہے مگر الا من ارتضی من رسول کو ہضم کر جاتا ہے۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علم غیب سے بغض کا نتیجہ ہے۔

یہی حال وہابیوں کے بڑے بڑے مولویوں کا ہے۔ چھوٹے چھوٹے مولوی تو قرآن پاک کی آیات کریمہ اور احادیث نبوی کو کتر کتر کر لوگوں کو گمراہ کرتے جاتے ہیں۔ وہابیوں نے مسائل فقہ' پکی روٹی' مولوی غلام رسول کی کتابوں میں بھی تحریف کرتے ہوئے نماز میں چھاتی پر ہاتھ باندھنا لکھ دیا ہے۔ جب یہ لوگ چھوٹی چھوٹی کتابوں میں خیانت سے باز نہیں آتے تو ان کے اکابر قرآن و احادیث میں ترمیم کرنے سے کب شرماتے ہوں گے۔

یہ وہابی اور شیعہ تفاسیر' احادیث ان کی شروح میں دیدہ دلیری سے خیانت کرتے چلے جاتے ہیں لہٰذا ہم عام مسلمانوں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ ان بد عقیدہ مولویوں کے تراجم اور مرتبہ کتابوں کی تحریروں سے محتاط رہیں۔ یہ لوگ ان رافضی شیعوں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں جو صرف تاریخ کے جھوٹے واقعات گھڑا کرتے تھے۔ آجکل کے وہابی تو قرآن اور احادیث پر بھی ہاتھ مارنے سے باز نہیں آتے۔ حافظ محمد لکھوی نے اپنی کتاب "انواع محمدی" میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو گاؤں میں جمعہ پڑھانے کی خود گھڑی ہوئی حدیث نقل کر دی ہے حالانکہ جس گاؤں میں جمعہ پڑھانے کا ذکر کرتا ہے وہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کبھی تشریف ہی نہیں لے گئے۔

شیعہ تاریخ نگار تو بے پناہ قصے بیان کرتے جاتے ہیں۔ "شمس التواریخ" میں کئی جھوٹے واقعات درج کر دیئے ہیں۔ ان دنوں ایک شیعہ اثنا عشری مولوی احمد علی کربلائی مولف رسالہ "ماہیہ معاویہ" بے پناہ جھوٹے

حوالے درج کرتا جاتا ہے۔ اگر کسی کتاب کا حوالہ دیتے بھی ہیں تو لا تقربوا الصلوۃ میں بے نمازیوں کی حفاظت کرتے جاتے ہیں۔ حضرت امام احمد بن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے "تطہیر الجنان" لکھی ہے جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرنے والوں کی زبردست گرفت کی ہے یہ لوگ اس کی عبارات میں بھی خیانت کرتے جاتے ہیں۔ "ماہیہ معاویہ" کا مؤلف اس کتاب کی عبارتوں کو آگے پیچھے کرکے زہر افشانی کرتا جاتا ہے۔

صحابہ کرام پر کفریہ فتوے

یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور صحابہ رسول میں شامل ہوئے۔ ان کی بیوی ہندہ ایمان لائیں اور مسلمانوں میں شامل ہوئیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام میں بلند درجہ پر فائز تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قریبی صحابی تھے۔ کاتب وحی تھے' ہادی و مہدی تھے۔ مگر یہ بدبخت لوگ ان حضرات کی تکفیر کرتے جاتے ہیں۔ ایک ایک صحابی کا آہستہ آہستہ نام لے کر عوام کا ایمان تباہ کرتے جاتے ہیں۔

مورخین مختلف جھوٹے واقعات بیان کرتے رہتے ہیں۔ صحابہ کرام کے خلاف باتیں کرتے رہتے ہیں اور اہل ایمان کو بدظن کرتے رہتے ہیں۔ صحابہ کرام کے اعمال اور فضائل ظنی نہیں قرآن پاک ان کی شہادت دیتا ہے۔ احادیث ان کے ایمان اور فضائل کی گواہی دیتی ہیں۔ مگر آج جھوٹے افسانہ نگار اور برخود غلط مورخین جھوٹی کتابوں سے لوگوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید پلید کے اقتدار کا موازنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی رسول ہیں۔ وہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نہ صرف ایمان لائے بلکہ ساری زندگی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیر تربیت گزاری' وہ تمام صحابہ کرام اور اہل بیت سے محبت کرتے تھے۔ انہیں خلافت کے بجائے امارت اسلامیہ کے فرائض انجام دینے پڑے تو انہوں نے نہایت دیانت اور سیاسی بصیرت سے حالات کو سنبھالا' اندرونی اور بیرونی انتشار کو دور کیا۔ اسلامی سلطنت کی حدود کو دور دور تک پھیلا دیا۔ مگر یزید امت رسول اللہ ﷺ کا بدترین انسان تھا۔ اس نے اقتدار میں آکر ہر وہ کام کیا جو مجوسی اور فرنگی کرتے ہیں۔ اس کا مقابلہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کرنا اپنے آپ کو دھوکہ دینا ہے۔ یزید کے مظالم کو سامنے رکھ کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہنا صرف شیعوں کا ہی وطیرہ ہے۔ اہلسنّت و جماعت اس کام سے بری الزمہ ہیں۔

امام ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ جیسے سنی مورخ یزید کو لعنت کرنے کی بجائے اہل بیت کی تعریف و توصیف کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ مروان بن حکم اہل بیت پر مظالم ڈھاتا رہا۔ سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو گالیاں دیتا رہا۔ وہ ایک مکروہ اور بدعتی دشمن اہل بیت تھا۔ امام ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ ایسے بدعتی کو مسلمان ہی تصور نہیں کرتے۔ جب تک عام بدعتی کفر کا ارتکاب نہ کرے وہ لعنت سے پاک رہتا ہے۔

شیعہ حضرات کا اعتراض

شیعہ مجتہد اور مناظرین "تطہیر الجنان" کے حوالے سے یہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف استغاثہ کریں گے۔ شیعوں کا یہ اعتراض حجت نہیں ہو سکتا۔ ہم سابقہ صفحات پر لکھ آئے ہیں کہ یہ دونوں صحابی مجتہد تھے۔ مجتہدین سے غلطی کا

ارتکاب ہو تو غلطی والے کو بھی ایک ثواب ملتا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطاکار نہیں بلکہ اجتہادی ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہمارا فیصلہ ہو گا کہ کس کا اجتہاد درست تھا اور کس نے اجتہاد میں غلطی کی۔ ہم کہتے ہیں کہ خاطی فی الاجتہاد بھی ماجور من اللہ ہے۔

شیعہ حضرات کا یہ اعتراض کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہمراہی ہمیشہ آپس میں جنگ و جدال کرتے رہے۔ یہ اعتراض نہایت ہی بیہودہ ہے۔ صحابہ کرام کی باہمی دوستی اور محبت کی گواہی تو قرآن پاک دیتا ہے۔ احادیث صحیحہ میں صحابہ کرام کے بے پناہ فضائل پائے جاتے ہیں۔ ہم سنیوں میں سے کئی سادات گھرانے دیکھا دیکھی صحابہ کرام کے خلاف باتیں کرتے رہتے ہیں اور بعض صحابہ کرام کے متعلق یہ کہتے رہتے ہیں کہ صحابہ کرام میں بغض و عداوت تھی۔ معاذاللہ ثم معاذاللہ' قرآن پاک انہیں رحماء بینھم کہے اور یہ نادان انہیں ایک دوسرے کا دشمن کہیں۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا کردار

شیعہ حضرات نے ایک حدیث کی تاویل کرتے ہوئے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کا ذکر کیا ہے وہ ایک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں انہ تدعواھم الی الجنۃ وھم یدعونہ الی النار یعنی حضرت عمار رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو جنت کی طرف بلاتے ہیں اور یہ لوگ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو آگ کی دعوت دیتے ہیں۔ شیعہ مصنّفین نے اس حدیث پاک کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی تھے جو حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگ کی دعوت دیتے ہیں۔

ہم نے اس حدیث پاک کو محدثین اور محققین کے اقوال کی روشنی میں بار بار دیکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اگر صحیح ہوتی تو علمائے کرام اس کی تاویل کی طرف توجہ دیتے۔ ہم بھی اس خودساختہ حدیث کی تاویل نہیں کرتے، نہ اسے درخور اعتناء جانتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے جنگ جمل میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرمایا تھا کہ تم میرے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہو۔ ان دونوں نے کہا ہم اس شرط پر بیعت کریں گے کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص لیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہمارے پاس خون عثمان نہیں ہے۔

عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جنگ جمل اور دوسرے فتنوں میں صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد مبتلا تھی۔ ان میں سے بعض صحابہ ایسے بھی تھے جو جنگ بدر اور جنگ احد میں شرکت کر چکے تھے۔ ہر ایک نے اپنے اپنے اجتہاد سے دونوں طرفوں میں حصہ لیا اور خون بہایا تھا۔

فقیر راقم الحروف (مولانا نبی بخش حلوائی) عرض کرتا ہے کہ جنگ جمل میں حضرت طلحہ، حضرت زبیر، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور دوسرے کئی جلیل القدر صحابہ موجود تھے۔ ان کے حق میں قرآن پاک میں جنت کی خوشخبریاں موجود ہیں۔ ہم شیعوں سے سوال کرتے ہیں کہ جنہیں اللہ اپنے کلام میں اور اس کا رسول اپنے خطابات میں جنتی قرار دیں تم کس بنیاد پر ان کے خلاف بدزبانی کرتے ہو۔ کیا یہ ایمان کی دلیل ہے کہ خدا اور رسول جنہیں جنتی کہیں تم ان کے خلاف بدزبانی کرتے پھرو۔ کیا کوئی مسلمان ایسا کر سکتا ہے۔ تم لوگ ضعیف اور وضعی حدیثیں پڑھ پڑھ کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہو۔

ابی حاتم جیسے محققین نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے مگر تم اس

حدیث کو لے کر صحابہ کرام کو سب و شتم کر رہے ہو۔ صحابہ کرام کی دونوں جماعتوں کا جنگ و قتال اجتہادی تھا' اگرچہ ایک جماعت نے اجتہاد میں غلطی کی' خطا کی مگر مجتہد کی غلطی درخور اعتراض نہیں ہوتی۔ پھر جس حدیث سے تم استدلال کرتے ہو اس کا کوئی سر و پاؤں ہی نہیں ہے۔

محدثین لکھتے ہیں کہ ان جنگوں میں صحابہ کرام کے دونوں گروہ شریک تھے' دونوں حق پر اجتہاد کرتے ہوئے قتل و جدال میں شریک تھے۔ ایک گروہ قصاص خون عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کر رہا تھا' دوسرا ایسے حملوں کو روکنے کے لئے میدان میں نکلا تھا۔ یہ دونوں گروہ اپنی ذاتی خواہش یا اقتدار کے لئے تیغ آزما نہیں تھے۔ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے برسرپیکار تھے۔ یہ نظریہ تمام اہلسنت کا ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہادی قرار دیا مہدی کہا اور پھر برکت کے لئے دعا فرمائی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ یہ فرماتے ....

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ جمل کے دن اعلان کیا میدان جنگ سے بھاگ جانے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔ زخمیوں پر حملہ نہ کیا جائے۔ ہتھیار ڈال دینے والوں سے تعرض نہ کیا جائے۔ ان سب کو امن میں لیا جائے۔ جو اپنے گھروں کے دروازے بند کر دیں تو ان پر ہتھیار نہ اٹھائے جائیں۔ جو تمہارے سامنے ہتھیار لے کر آئے حملہ کرے اس پر ضرور جوابی حملہ کرو۔ یاد رکھو یہ سب مسلمان ہیں' ان کا مال مال غنیمت نہ بنایا جائے۔ کسی عورت یا مرد کسی مسلمان کو غلام نہ بنایا جائے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم علیہ السلام نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ مستقبل میں لوگوں کے ساتھ کیا ہو گا؟ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا

میری امت کے کسی زخمی پر حملہ نہ کرنا' نہ اسے قتل کرنا' ان کے قیدیوں سے دوسرے قیدیوں کی طرح سلوک نہ کرنا۔ ان کے مال کو مال غنیمت نہ بنانا۔ اس حدیث پاک کے یہ الفاظ ہیں :

اخرج ابن شیبۃ و سعید ابن منصور و البھقی ان علیا کرم اللہ وجھہ قال لا صحابہ یوم الجمل لا تتبعوا مدبراً ولا تجھزوا علی جریح ومن القی سلا حہ فھوا من وفی رویۃ انہ امیر معاویہ ینادی لا یتبع مدبراً ولا یذقف علی جریح ولا یطلق اسیرو من اغلق باباً امن و من القی سلا حہ فھو امن وفی اخری ولا یقتل مقبلاً الا ان فمال ولم یمکن دفعہ الا یقتلہ ولا مدبراً ولیستجل فرج ولا ل یفتح بان ولا یستجل قال واخرج ابن منیع والحرث ابن ابی السامتہ والبزاز والحاکم عن ابی عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ھل تدری حکم اللہ فیمن بقی من ھذہ الا مۃ قلمت اللہ و رسولہ اعلم قال لا یجھز علی جریحھا ولا یقتل اسیر ھا ولا یطلبھا ربھا ولا یکتم فیھا

ابن شعبہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ سے لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے پوچھا کیا وہ مشرک ہے ؟ لوگوں نے کہا کہ مدت ہوئی وہ شرک کی دنیا سے باہر نکل آیا ہے۔ آپ نے پھر پوچھا کیا وہ منافق ہے ؟ لوگوں نے کہا اس میں منافقین کی ایک علامت بھی نہیں پائی جاتی۔ لوگوں نے عرض کی حضور پھر ہمیں بتائیں وہ کون ہے ؟ آپ نے فرمایا وہ ہمارا بھائی ہے۔ ہاں اس نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے' ہتھیار اٹھائے ہیں۔

ہم شیعوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا ان کے فیصلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلوں سے زیادہ قابل اعتماد ہیں۔ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اقوال کے سامنے اپنی بدزبانی کو فروغ دیتے جاتے ہیں۔ وہ ایک ہادی کو گمراہ کہتے ہیں۔ وہ ایک مہدی کو برا کہتے ہیں۔ بلکہ بعض بدزبان تو آپ کو مشرک' منافق اور ملعون تک کہہ جاتے ہیں۔ ان کی کتابوں میں ایسی شرمناک عبارتیں موجود ہیں۔ کیا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کسی مشرک منافق کو اپنا بھائی کہہ سکتے تھے۔ مشرکوں کو تو ہر جگہ قتل کرنے کا حکم ہے۔ مگر آپ نے اپنی خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر شام بنائے رکھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک اور جگہ فرمایا "عنقریب مسلمانوں کی دو جماعتیں حق کے لئے جنگ کریں گی۔"

خارجی کون لوگ تھے؟

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا لشکر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکریوں سے نبرد آزما تھا۔ ایک ایسا طبقہ اٹھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر سے علیحدہ ہو کر لشکر گاہ سے نکل گیا۔ یہ لوگ خارجی کہلاتے ہیں۔ ان لوگوں نے آپ کے خلاف خروج کیا تو "خوارج" کا لقب پایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر سے خارج ہونے والے افراد کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ یہ لوگ لشکر گاہ سے نکل کر قصبہ حرورا میں آکر مقیم ہو گئے' انہوں نے اشعث بن ربعی کو اپنا امام اور امیر بنا لیا۔ ان لوگوں کو "حروریہ" کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ یہ لوگ مختلف عقائد کے پیروکار بن گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عداوت رکھنے لگے۔ وہ بیعت اور خلافت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ اس طرح اسلام کی بنیادی سیاسی اصولوں کے خلاف تھے۔ وہ حضرت عمرو ابن

العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا بدترین دشمن خیال کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ان کی ایک لغزش پر ہزاروں مسلمانوں کا خون ہو گیا تھا۔ وہ حضرت عمر ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگ صفین کا ذمہ دار گردانتے تھے اور ان کو حاکم بنانا یا منصف مقرر کرنا گناہ کبیرہ کہتے تھے۔

صلح کی ایک تدبیر

مسلمانوں کے درمیان صلح کے لئے ایک تجویز یہ آئی کہ ان اختلافات کو مٹانے کے لئے چند افراد کو حکم تسلیم کر لیا جائے تاکہ وہ مسلمانوں کی صلح کرانے میں کوئی فیصلہ کر سکیں۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا نمائندہ مقرر کیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا نمائندہ بنایا۔ دونوں حضرات نے ایک صلح نامہ تیار کیا مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر کا ایک حصہ اس صلح نامہ کے خلاف احتجاجاً" جدا ہو گیا۔ آپ کے لشکر سے خارج ہونے والوں کو " خارجی " کہا جانے لگا۔ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جماعت سے نہ صرف خارج ہو گئے تھے بلکہ آپ کے بدترین دشمن بھی بن گئے۔

خارجیوں کی حرکات

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ کی جامع مسجد میں خطبہ دے رہے تھے کہ خارجیوں نے شور مچانا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ تم نے منصب خلافت کے ہوتے ہوئے بزدلانہ کردار ادا کیا ہے اور گھبرا کر حکم مقرر کر کے اپنے فیصلہ کی بجائے انہیں اختیار دے دیا۔ اس طرح تم نے دین کو ذلیل و خوار کر دیا۔ خارجیوں کی اس حرکت پر شیعان علی نے احتجاج کیا اور اعلان کیا اگرچہ ہم پہلے سے ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت کر چکے ہیں مگر آج ہم تجدید بیعت

کریں گے اور اعلان کیا کہ آپ کا دشمن ہمارا دشمن ہو گا۔ آپ کا دوست ہمارا دوست ہو گا۔ خارجیوں نے کہا ہم علی اور معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے دوستوں اور ساتھیوں کو مسترد کرتے ہیں۔ یہ لوگ اسلام سے دور ہیں۔ اس طرح خارجیوں نے نہ صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دوستوں بلکہ تمام جلیل القدر صحابہ کرام سے بھی علیحدگی اختیار کرلی۔

ہم (راقم الحروف مولانا محمد نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں کہ خارجیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسلمان امام کی بیعت کرنے والا کافر ہے۔ وہ اپنے علاوہ تمام مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ اس موقعہ پر مسلمانوں میں تین نظریئے (تین جماعتیں) سامنے آئے۔ ایک شیعان علی' دوسرے خارجی' تیسرے اہلسنّت والجماعت۔ خارجی کہنے لگے کل تک ہم عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے لڑ رہے تھے آج آپ نے انہیں حکم تسلیم کر لیا ہے۔ آج آپ جس کو منصف قرار دے رہے ہیں وہ تو ظالم ہے۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کہنے لگے کہ اس نے ایک ظالم عامل کو منصف مان کر خلافت کی توہین کی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے' یہاں تک کہ وہ اپنے نظریئے سے باز آجائیں۔ مگر حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایسے لوگوں کو حکم ماننے لگے ہیں اور ظالموں سے عہد و پیمان کر رہے ہیں۔

کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی خارجی تھے؟

بعض شیعہ تاریخ نگاروں نے حضرت معاویہ' حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے ساتھیوں کو خارجی قرار دیا ہے۔ یہ بات خلاف حقیقت ہے۔ یہ لوگ اتنا بڑا جھوٹ بولتے ہیں اور پھر لوگوں کو دھوکہ دینے کے

لئے ابن اثیر' بدایع والنہایہ اور شمس التواریخ کے حوالے دیتے جاتے ہیں۔
حالانکہ ان کتابوں میں واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ شیعہ اور خارجی دونوں حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دشمن تھے۔ ان کے ساتھیوں کے بھی دشمن
تھے۔ یہ نہ صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر سے خارج ہوئے تھے بلکہ
حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دشمنی میں بھی آگے آگے تھے۔ علمائے
اہلسنّت کے نزدیک جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دشمنی مول لے کر
آپ کے لشکر سے نکل کر خارجی بنے' اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے دشمنی لے کر ان سے بھی خارج ہو گئے تھے۔ یہ نہ صرف ان دونوں
حضرات کے لشکروں سے خارج ہوئے تھے بلکہ دین اسلام سے بھی خارج ہو گئے
تھے۔

آگے چل کر شیعان علی کا ایک بڑا گروہ یزید اور ابن زیاد کا پیروکار بن
کر قاتلان حسین رضی اللہ عنہ میں آ کھڑا ہوا۔ ہم نے اس مسئلہ کو تفصیلی طور پر "تفسیر
نبوی" کی جلد ششم میں لکھا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
حدیث مبارکہ ان دونوں فرقوں کی نشاندہی کرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی
کرم اللہ وجہہ کو فرمایا تمہاری وجہ سے مسلمانوں کے دو فرقے گمراہ ہو جائیں
گے۔ ایک تمہاری محبت میں غلو کر کے (شیعہ) اور دوسرے تمہاری دشمنی
(خارجی) میں گمراہ ہوں گے۔

خارجی کہا کرتے تھے ہم اسلام میں کسی قسم کی مصلحت قبول نہیں
کرتے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مصلحت سے کام لیا' ہم ان سے علیحدہ
ہیں۔ ہم مصالحت کو کفر جانتے ہیں اور ہم ایسے لوگوں کے خلاف جنگ و قتال کو
جہاد قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ خارجیوں نے ملت اسلامیہ میں جو جنگ و قتال کیا وہ
ان کے اسی نظریہ کی بنیاد پر تھا۔ خارجی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس لئے خلاف

ہو گئے کہ انہوں نے مسلمانوں کے درمیان جنگ بند کرنے کے لئے عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصالحت کنندہ مقرر کیا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ خلافت علی تو نص قرآنی سے ثابت ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی خلافت کی وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے جانشین ہوں گے اور "موصی لہ" ہوں گے۔ شیعوں کی یہ بات جھوٹ پر مبنی ہے۔ اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا جانشین مقرر کرتے اور وصیت فرماتے تو اتنے جلیل القدر صحابہ کسی دوسرے کی خلافت پر کبھی خاموش نہ رہتے، احتجاج کرتے، مزاحمت کرتے۔ صحابہ کرام تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک سنت اور ایک ایک عمل پر کٹ مرتے تھے۔ چہ جائیکہ آپ کی وصیت کو پامال کیا جارہا ہو تو لاکھوں صحابہ کرام خاموش بیٹھے رہے۔ شیعوں کی یہ بات من گھڑت ہے۔ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت منصوص ہوتی تو کوئی صحابی دوسرے کو خلافت کی بیعت لینے پر خاموش نہ رہتا۔ یہ صحابہ کرام پر الزام ہے، بدگمانی ہے اور تاریخی غلط بیانی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کی وصیت فرمائی تھی۔

رافضی تاریخ نگار کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ "مغلوب الحال" تھے اس لئے آپ نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ ہم کہتے ہیں اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ مغلوب الحال تھے لیکن سارے صحابہ کرام تو مغلوب الحال نہیں تھے۔ دوسرے حضرات آواز اٹھاتے اور پھر شیر خدا کو مغلوب الحال قرار دے کر ان کے تمام دوستوں کو جو جلیل القدر صحابہ تھے بھی مغلوب الحال قرار دے کر خاموش بنا دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بہادر تھے، شجاع تھے، ہاشمی تھے، قوی تھے، صحابہ کرام کا ایک بہت بڑا طبقہ آپ کا جانثار تھا۔ کیا یہ تمام

دوسروں کی خلافت اور وصیت پر خاموش رہے۔ شیر خدا نے اپنے حق پر احتجاج نہ کیا، آواز نہ اٹھائی، مطالبہ نہ کیا، ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا سکوت، خاموشی اور دوسرے خلفائے رسول کی اتباع کرنا دراصل ان کے ایمان اور راستی کی علامت ہے۔ ہم شیعوں سے پوچھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے بعد آپ نے خلافت کی ذمہ داری قبول کی اور جب اقتدار میں آئے تو خلافت کے سارے کام کرتے رہے۔ جو ان کے خلاف آواز اٹھاتا اسے دبا دیتے۔ بقول شیعوں کے جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کا اعلان کیا تو آپ نے لشکر کشی سے اجتناب نہ کیا۔ جنگ و جدال پر آمادہ ہو گئے۔ اگر تینوں صحابہ کرام نے بھی آپ کی خلافت کو چھینا تھا تو اس پر کس طرح چپ سادھے رہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں مغلوبیت کیوں سامنے نہ آئی اور خلافت کے استحکام کے لئے خونریزی بھی کی۔ کیا خلفائے ثلاثہ کی موجودگی میں آپ ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ جبکہ بقول شیعہ تاریخ نگاروں کے خلافت ان کا حق تھا۔ جب ان کا حق خلافت آیا تو آپ نے کسی کی پرواہ نہ کی، لشکر کشی کی، جنگیں کیں۔ بعض شیعہ کہتے ہیں کہ آپ نے خلافت اصحاب ثلاثہ کے دوران تقیہ کر لیا تھا۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں آپ نے کیوں تقیہ سے کام نہ لیا۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کے سامنے کیوں تقیہ نہ کیا اپنی اور اہل خانہ کی جان عزیز نہ بچائی، اپنے اہل و عیال کو قربان کر دیا۔

ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں نے اصحاب ثلاثہ کی خلافت کو تسلیم کیا، برحق جانا تھا، یہ کوئی کمزوری یا تقیہ کی بات نہ تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو ان تمام حضرات کے مشیر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ان کے دور خلافت میں امیر شام و عراق

رہے تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کی روشنی میں

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ قمیص پہنا دی تو تم کیا کرو گے' اس موقعہ پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی موجود تھیں۔ آپ نے حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پوچھا کیا میرا بھائی آپ کا خلیفہ ہو گا؟ آپ نے فرمایا ہاں! یہ خلافت پائے گا مگر اسے بڑے ہنگاموں اور جنگ و جدال کا سامنا کرنا پڑے گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل پر ایک نظر

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ایک وقت آئے گا کہ تم میری امت کے والی (نگران) ہو گے۔ ایسے وقت میں میری امت کے نیک لوگوں کی عزت کرنا' ان کے کام کرنا اور ان کے اعمال کو قبول کرنا۔ اگر کسی فرد سے غلطی ہو جائے تو اسے معاف کر دینا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس بات سے یقین ہو گیا کہ ایک دن مجھے یہ اعزاز ملے گا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد مکرم حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی ایک روایت بیان فرماتے ہیں کہ جب تک معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امارت حاصل نہ کر لیں یہ دن رات قائم رہیں گے۔ یعنی قیامت بھی نہیں آسکے گی۔ مسلمہ بن مخلد کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! معاویہ کو اپنی کتاب کا علم عطا فرما

دے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت کو تسلیم کر کے امت کو اختلاف سے بچا لیا تھا اور خون خرابے سے محفوظ کر لیا تھا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب " غنیة الطالبین" میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وفات کے بعد حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت ملی۔ جسے بعد میں امارت کا نام دیا گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مصالحت کے بعد حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو تسلیم کر لیا تو اس سال مسلمانوں نے "سال جماعة" کا نام دیا۔ یہ مسلمانوں کے باہمی انتشار کے بعد سال اتحاد یا سال اتفاق تھا۔ باہمی مخالفت دور ہو گئی۔ حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اطاعت کو تسلیم کر لیا گیا۔

حضرت عروہ بن رویم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک اعرابی (جنگلی عرب) آیا اور نہایت گستاخانہ انداز میں کہنے لگا آپ نبی ہیں آؤ میرے ساتھ کشتی لڑو' میں دیکھوں گا کہ آپ کتنے طاقتور ہو۔ حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس مجلس میں بیٹھے تھے' اٹھے اور اعرابی کو کہا آؤ' میں تم سے کشتی لڑتا ہوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا معاویہ غالب آئیں گے' ان پر کوئی غالب نہیں آئے گا۔ حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واقعی اس اعرابی کو چاروں شانے چت کر دیا اور وہ شکست کھا کر مسلمان ہو گیا۔

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ صفین کے موقعہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ حدیث پاک سنائی تو آپ نے فرمایا مجھے یہ بات پہلے سنا

دیتے تو میں معاویہ سے کبھی جنگ نہ کرتا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسی احادیث نے خلافت اور امارت کے فرائض سرانجام دینے پر آمادہ کیا تھا اور وہ اپنا قدم آگے بڑھاتے گئے۔ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لڑے اگرچہ ان کی یہ لڑائی اجتہادی غلطی تھی مگر انہیں اپنی امارت و خلافت کے استحقاق پر پورا پورا اعتماد تھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد تھے' انہوں نے اجتہاد کیا' آج امت رسول ﷺ کو ان کے اس اجتہاد پر طعن و تشنیع کرنے کے بجائے تسلیم کرنا چاہئے کیونکہ کوئی سلیم القلب مسلمان اجتہادی غلطی پر لعن طعن نہیں کرتا۔ ہاں ایسے صحابہ کرام جو خود درجہ اجتہاد کے مالک تھے انہوں نے آپ کے اجتہاد کو تسلیم نہیں کیا تو ان کا حق تھا مگر ہمارے لئے یہ بات زیب نہیں دیتی کہ ہم ایک اصحابی کے اجتہاد سے اختلاف کرتے پھریں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس مقام پر ایک باریک نکتہ سامنے رکھئے' اکثر پڑھے لکھے لوگ بھی اس مقام پر پھسل جاتے ہیں اور صراط مستقیم سے ہٹ جاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کا استحقاق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا تھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفتہ المسلمین قرار پائے تھے۔ آج شیعہ حضرات حسد کی آگ میں جل رہے ہیں۔ مگر حضرت نے بہت بڑے فتنے کو فرو کیا' مسلمانوں کے خون خرابے سے دستبرداری کی۔ آپ نے عمل بالحدیث کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی غیب کی خبروں کو سامنے رکھا۔ اپنے بارے میں بھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا میرا بیٹا سید ہے اور وہ مسلمانوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں اختلاف

دور کرے گا۔ حدیث پاک میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دونوں جماعتوں کو مسلمان کہا ہے۔ ان میں سے کوئی طبقہ بھی دائرہ اسلام سے خارج نہیں تھا۔ جنگ جمل میں شرکت کرنے والے تمام حضرات معذور تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت طلحہ' حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے تمام ساتھی قطعی جنتی ہیں۔ جنگ جمل میں ان کی شرکت اجتہادی اقدام تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین تمام کے تمام معذور ہیں۔

خلفائے راشدین قرآن واحادیث کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے صحابہ رسول ﷺ کے متعلق قرآن پاک میں فرمایا والف بین قلوبهم لوالفت مافی الارض جمیعاً ماالفت بین قلوبهم ولکن الله الف بينهم (سورۂ انفال' پارہ دہم) "اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی تھی۔ اگر حضور ﷺ دنیا کے خزانے اور اموال خرچ کر دیتے تو ان سخت دل لوگوں کے دلوں کو الفت اور محبت سے یکجا نہ کر سکتے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ایک کر دیا اور الفت سے بھر دیا۔"

"تحفة الخلفاء" کے صفحہ ۳۱ میں فاضل مصنف لکھتے ہیں اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ کرام الفت میں سرشار تھے۔ آج جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان میں باہمی عداوت تھی اور بعض کمزور صحابہ کرام تقیہ کرتے تھے نعوذباللہ ایسے لوگ شیطانی وسوسہ کا شکار ہیں اور غلطی پر ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات (مکتوب ۲۴' جلد سوم) میں لکھتے ہیں کہ یہودیوں کی عادت تھی کہ تورایت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جو اوصاف تھے انہیں عام لوگوں سے چھپا لیا کرتے

تھے اور بعض بدباطن یہودی دجال کے اوصاف کو حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے متصف کر کے یہودیوں میں نفرت پھیلاتے تھے' یہی وجہ ہے کہ یہودی ملعون اور ابدی لعنتی قرار دیئے گئے ہیں۔

ایسے ہی شیعہ فرقے کے بدباطن لوگ صحابہ کرام کے اوصاف و کمالات کو بیان کرنے سے اجتناب کرتے ہیں اور ایسے اوصاف کو عام شیعوں سے چھپاتے رہتے ہیں اور اپنی تحریروں اور تقریروں میں صحابہ کرام کے خلاف بدزبانی کرتے رہتے ہیں اور ان کے کمالات منافقین کے ساتھ ملا کر پیش کرتے ہیں۔ یہ ہمارے زمانے کے یہودی قلم کار ہیں۔ قرآن پاک تو تمام صحابہ کرام کو جنتی قرار دیتا ہے اور ان سے جنت کا وعدہ کرتا ہے' وعداللہ الحسنی کرتا ہے۔ آپ غور کریں کہ جو صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں جنگ خیبر' جنگ حنین' جنگ تبوک میں شریک ہوئے تھے انہیں تو جنت کی بشارت بھی مل گئی تھی' آج یہ شیعہ کس منہ سے انہیں منافق اور غاصب کہہ رہے ہیں۔

صحابی رسول ﷺ کی لغزش

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قال یکون لا صحابی زلة یغفراللہ لھم سیاتی قوم بعدھم یکتم اللہ علی مناخرھم فی النار اگر میرے کسی صحابی سے لغزش ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے گا اور ایک قوم آئے گی اللہ تعالیٰ انہیں دوزخ میں ڈالے گا اور وہ منہ کے بل جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ علمائے اہلسنّت کا عقیدہ ہے کہ کسی صحابی کی لغزش کو لغزش نہ کہا جائے اگر یہ لغزش ہو بھی گئی تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے گا۔ لغزش دراصل گناہ نہیں

بلکہ "ترک اولیٰ" ہے جیسے کوئی لغزش ہوئی ہی نہیں۔ ایسی لغزشیں بھی ہماری نیکیوں سے اعلیٰ ہیں۔ صحابہ کرام معمولی سی لغزش کو بھی گناہ سمجھتے تھے۔ حالانکہ یہ گناہ نہیں تھے بلکہ یہ صحابہ کی پاکیزہ خیالی کا احساس تھا۔ تمام کے تمام صحابہ کرام نیک اطوار تھے' عادل تھے' مجتہد تھے۔ ایسے صحابہ کو عام لوگوں کی طرح قیاس نہیں کرنا چاہئے۔ باوجودیکہ جس صحابی سے کوئی اجتہادی غلطی ہوئی بھی ہو تو اسے غلطی نہیں کہیں گے وہ خلاف اولیٰ ہو گی' اس کا ثواب اجتہادی ہو گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملکی اور سیاسی حالات کے پیش نظر اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ نامزد کر دیا تھا۔ یہ محبت پسری کا تقاضا تھا۔ یہ ملکی حالات کا تقاضا تھا۔ حالانکہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانتے تھے کہ اس کی اخلاقی حالت معیاری نہیں ہے۔ آپ اس کے مستقبل کا اندازہ نہ کر سکے' اس کی بدفطرتی کو معلوم نہ کر سکے۔ یہ ایک لغزش تھی جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی مگر یہ لغزش اجتہادی تھی جسے "خلاف اولیٰ" کہا جائے گا۔

ہم یہاں لغزش یا بے اختیاری کا ایک واقعہ درج کرتے ہیں جسے استاد ابو اسحاق اسفرائنی نے "مشہد الحسین" میں لکھا ہے۔ امام مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہانی بن عروہ کے گھر پناہ لئے ہوئے تھے۔ ہانی بن عروہ آپ کی عقیدت مند تھی' اس خاتون کے پاس ابن زیاد گورنر کوفہ کا آنا جانا تھا۔ اس نے جس رات آنا تھا حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اس کے گھر میں موجود تھے۔ ہانی بن عروہ نے آپ کو ایک تلوار دی اور کہا میں ابن زیاد کو باتوں میں لگا لوں گی آپ فوراً اس کا سر قلم کر دینا۔ جب موقعہ آیا تو حضرت ہانی نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو تین بار اشارہ کیا مگر آپ نے ہاتھ تک نہ ہلایا۔ جب ابن زیاد واپس چلا گیا تو حضرت ہانی نے امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا آپ نے کتنا اچھا موقعہ گنوا دیا۔ آپ

نے فرمایا میں نے کئی بار تلوار اٹھانے کا ارادہ کیا مگر کوئی غیبی طاقت میرا ہاتھ روک لیتی تھی، میں تقدیر پر شاکر ہوں۔

یہ واقعہ اس لئے بیان کیا ہے کہ جب امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پورا پورا موقعہ ملا تھا مگر تقدیر کے ہاتھوں بے بس تھے اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یزید جیسے بدباطن بیٹے کی تقرری کے وقت بھی تقدیر کے ہاتھوں مجبور ہو گئے تھے۔

شیعہ مورخین کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات

شیعہ مورخین کی عادت ہے کہ وہ مختلف تاریخی کتابوں سے چند ٹکڑے لے کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ رسالہ "ماہیہ معاویہ" "شمش التواریخ" "تذکرۃ الکرام" نے حضرت معاویہ، حضرت عمرو ابن العاص، مغیرہ بن شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ کی ناشائستہ الفاظ لے کر مذمت کرتے ہیں کہ ان کتابوں میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شریر، فریبی اور مکار لکھا ہے۔ اسی طرح شیعہ ذاکر عوام کو دھوکہ دے کر گمراہ کرتے ہیں۔

ہم یہاں یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ کسی تاریخی کتاب کی عبارت اور واقعات نص قرآنی اور احادیث کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ صحابہ کرام تمام کے تمام اسلام کے جانثار تھے۔ پھر ایسی کتابوں کی عبارتوں سے اقتباسات کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ پھر یہی کتابیں صحابہ کرام کی تعریف اور توصیف میں لکھی ہیں۔ "شمس التواریخ" کو ہی دیکھئے جسے شیعہ ذاکر اچھال اچھال کر پیش کرتے رہتے ہیں۔ صحابہ رسول کے مناقب اور اوصاف سے بھری پڑی ہیں بلکہ اس کتاب میں یہاں تک لکھا ہے کہ جو شخص صحابہ کرام کو برا کہتا ہے وہ

کافر ہے۔ وہ تو یہاں تک لکھتا ہے کہ جو لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ صلعم یا ص لکھتے ہیں وہ بھی گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے۔ کسی صحابی کے نام کے ساتھ صرف ؓ لکھنا بھی گناہ ہے۔ اس موضوع پر "مدارج النبوت" نے تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

کتاب "تطہیر الجنان" میں لکھا ہے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ صحابہ کرام کے خلاف کسی سے کوئی بات سنے تو پہلے اس کی تحقیق کرے۔ اگر تحقیق کے بعد غلط ثابت ہو تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو برا کہنے والوں سے مقاطعہ کر لے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلافات

بعض مؤرخین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی لڑائیوں کو بڑھا چڑھا کر لکھا ہے۔ اہلسنّت و جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ یہ اختلافات اجتہادی تھے ان پر کسی صحابی کو برا بھلا کہنا درست نہیں۔ خارجی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو برا بھلا کہتے جاتے ہیں۔ شیعہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے رہتے ہیں۔ یہ اختلافات یا جنگیں خلافت کے استحقاق پر نہیں ہوئی تھیں۔ بلکہ قتل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد قصاص کے مسئلہ پر اختلافات رونما ہوئے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ رسول اور امیر المومنین مانتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت پر انہیں کوئی شک نہیں تھا کیونکہ آپ کی خلافت اجماعی تھی جسے صحابہ کرام کے اجماع نے منتخب کیا تھا۔ اختلاف تو صرف اس بات پر تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایوان خلافت میں شہید کر دیا گیا۔ قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ کھلے پھر رہے تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ برحق تھے، ان کی

ذمہ داری تھی وہ انہیں سزا دیتے۔ حضرت امیرؓ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بار بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس معاملہ کی طرف متوجہ کیا مگر کوئی اقدام نہ اٹھایا گیا۔ چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رشتہ دار تھے اور قصاص کا مطالبہ کرنے میں حق بجانب تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس مسئلہ کو ٹالتے جاتے تھے۔ لہٰذا احتجاج' مطالبات اور اصرار کے بعد دونوں لشکر آمنے سامنے آگئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قاتلان عثمان ؓ کی سزا میں دیر کرنا ایک سیاسی مصلحت تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ ان لوگوں کا اثر و رسوخ کم ہو جائے تو ان پر ہاتھ ڈالا جائے ورنہ خانہ جنگی ہو جائے گی اور فسادات کی آگ بھڑک اٹھے گی اور سارا عالم اسلام فتنہ و فساد کی لپیٹ میں آجائے گا۔ وہ چاہتے تھے کہ آہستہ آہستہ حالات پر قابو پایا جائے پھر انہیں سزا دی جائے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ انہیں باغی تو مانتے تھے مگر ان کے ساتھیوں کو اپنی بیعت میں لاکر ان باغیوں کی سرکوبی کرنا چاہتے تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قصاص کے لئے فوری عمل کرنے کا مطالبہ کیا۔ بار بار احتجاج کے بعد آپ نے مرکزی حکومت (خلافت) سے اعلان جنگ کر دیا۔ بہت سے صحابہ کرام آپ کے ہمنوا تھے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا' حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ آپ کے ساتھ تھے۔ ادھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اپنی اجتہادی سوچ میں سچے تھے۔ ان دونوں صحابہ کی اجتہادی سوچ اور فیصلوں کو غلط قرار نہیں دیا جاسکتا۔ دونوں مصیب تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ مجتہد مصیب ہیں یہ نظریہ تمام علمائے اہلسنّت والجماعت کا ہے اور افراط و تفریط کرنے والے فرقوں میں یہی ناجیہ فرقہ ہے اور صراط

مستقیم پر قائم ہے۔

علامہ تفتازانی کا نظریہ

علامہ تفتازانی دنیائے اسلام کے ایک عظیم القدر محدث' مورخ اور فقیہ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں صحابہ کبار کے فضائل اور مناقب قرآن اور احادیث سے ثابت ہیں ان پر طعن و تشنیع کرنا نار وا ہے۔ تمام صحابہ عدل پر قائم رہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اعدل المسلمین تھے۔ حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں اختلاف و تنازعہ کے متعلق مورخین نے غلط کردار ادا کر کے دونوں کو برا بھلا لکھا ہے اور ان جھوٹی کہانیوں اور روایات کو لے کر شیعہ ذاکر قصے کہانیاں بناتے گئے۔ ایک طرف صحابہ کرام کی عظمت و شان کی قرآن پاک گواہی دیتا ہے۔ فضائل صحابہ کرام سے احادیث بھری پڑی ہیں۔ دوسری طرف یہ برخود غلط مورخین طعن و تشنیع کرنے کے لئے جھوٹی کہانیاں گھڑتے جاتے ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے کتنی عمدہ بات کہی ہے ان جنگوں میں بہنے والے خون سے ہماری تلواریں محفوظ رہیں مگر اب ہم اپنی زبانوں کو ان کے عیب شمار کرنے میں کیوں آلودہ کریں۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ بتائیں کہ ان جنگوں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حق پر تھیں یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ؟ آپ نے فرمایا وہ بزرگ تھے' ان کے اوصاف قرآن پاک بیان کرتا ہے' انہوں نے جو کچھ کیا ان کی زندگی کا حصہ تھا اب تم ان مناقشات کا ذکر کر کے اپنی زندگی کو کیوں داغدار کرتے ہو۔ جو کچھ انہوں نے کیا ان کا کام تھا مگر جو تم کرو گے وہ تمہارا حصہ ہو گا۔ تمہیں ان کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا کہ کون حق پر تھا

اور کون غلطی پر تھا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہ ہوتے تو آج خارجی الحکم للّٰہ' الحکم للّٰہ کا جو نعرہ بلند کرتے پھرتے ہیں نہ ہوتا۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کو لعنت کرنے والوں کے ایمان کو ہمیشہ خطرہ رہتا ہے۔ مگر ان کے اعمال پر خاموشی اختیار کرنے پر ثواب ہے۔ اس سے ابلیس کو شکست ہوتی ہے۔

کیا بعض صحابہ جنتی تھے؟

بعض شیعہ ذاکر لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ پڑتے جاتے ہیں۔ وعد اللّٰہ الذین آمنوا وعملوالصالحات منھم مغفرۃ واجراً عظیما ○ اللہ تعالیٰ نے صرف ان صحابہ کرام کی مغفرت کا اعلان فرمایا ہے جو نیک اعمال کریں گے مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان ساتھیوں نے تو بداعمالیاں کی ہیں وہ اس مغفرت کے مستحق نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ایسے غلط بیان ذاکروں کو ہدایت فرمائے۔ خدا معلوم یہ منھم سے ان صحابہ کرام کی بات کیوں نکالتے ہیں حالانکہ اس آیت کریمہ کے مطابق تمام صحابہ کرام عمل صالح کے پابند تھے اور مغفرت کے مستحق تھے اور اجر عظیم کے حقدار تھے۔ "تفسیر مدارک اور تفسیر خازن" میں اس مقام کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ منھم کا لفظ بیانیہ ہے جس میں تمام صحابہ شامل ہیں قرآن پاک میں بتوں کی پلیدی کے متعلق آیا ہے فاجتنبوالرجس من الاوثان بتوں کی نجاست سے بچوں۔ یہاں من الاوثان لکھ کر یہ نہیں فرمایا کہ بعض بتوں کی نجاست سے بچو' بلکہ تمام بتوں کی نجاست سے بچے رہو۔ اسی طرح لفظ منھم سے تمام صحابہ کرام مراد لئے جاتے ہیں۔ اس بات کو شیعہ

حضرات بھی مانتے ہیں کہ مذکورہ آیت میں تمام بتوں کی پلیدی سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بعض بتوں کی نجاست سے بچنے کا نہیں کہا گیا۔ ہم یہ مطالب تفسیر خازن، جلالین، تفسیر جمل، تفسیر صاوی، تفسیر درمنثور تفسیر عباسی، تفسیر احمدی، تفسیر کبیر، تفسیر نیشاپوری اور تفسیر حسینی کے صفحات سے نقل کر رہے ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خاندان سے دشمنی

شیعہ حضرات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھنے کی وجہ سے صحابی رسول حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی ہندہ کو بھی سب و شتم کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تینوں حضرات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینے والوں میں سے تھے۔ بغض کے مارے ہوئے یہ شیعہ ذاکر اس اصول کو نظرانداز کر جاتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد سابقہ زندگی کی تمام لغزشیں، گناہ اور بغاوتیں معاف کر دی جاتی ہیں۔ سابقہ دور کی کسی بات پر مواخذہ نہیں کیا جاتا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ احد کا پانسہ پلٹ دیا تھا مگر اسلام لانے کے بعد "سیف اللہ" قرار پائے۔ عکرمہ بن ابوجہل اسلام لانے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کتنا قریب ہوئے اور خدمات انجام دیں۔ اسلام نے کسی دشمن اسلام کو اپنے دامن میں لیا تو سب کچھ معاف کر دیا۔

بنوامیہ کی احادیث میں مذمت

شیعہ حضرات ان احادیث کو بیان کر کے جن میں بنوامیہ کے بعض افراد کی مذمت آئی ہے محفلیں سجاتے ہیں۔ وہ حکم بن مروان، یزید اور ان کے ساتھیوں کو بنوامیہ سے نسبت دے کر سارے خاندان کو برا بھلا کہتے رہتے ہیں۔

وہ یہ نہیں دیکھتے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بنوامیہ کے خاندان سے تھے جن کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے نکاح میں آئیں۔ جو خلیفتہ المسلمین تھے' جو جامع القرآن تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنوامیہ سے تھے' ان کے کمالات و فضائل سے کون انکار کر سکتا ہے۔ اگر بنوامیہ کے بعض افراد نے سرکشی کی ہے تو سارا خاندان تو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ اگر بنوہاشم سے ابولہب' یا ابوجہل جیسے لوگ کفر پر قائم رہے ہیں تو سارے بنوہاشم کو دشمنان رسول ﷺ نہیں کہا جاسکتا۔

کیا حضرت ابوسفیان اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مولفتہ القلوب میں سے تھے

شیعہ حضرات حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات کا اعتراف کرنے کی بجائے انہیں "مولفتہ القلوب" قرار دیتے ہیں' حالانکہ یہ ان کی جہالت ہے۔ یہ لوگ ان دونوں کو اس لئے قابل اعتماد مسلمان نہیں جانتے کہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ یہ لوگ تاریخ سے کتنا دھوکہ کرتے ہیں۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔ ان کی بیوی فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ان دونوں کے اسلام کو قبول کیا۔ مولفہ القلوب فنڈ میں سے بہت کچھ دیا۔ مگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو فتح مکہ سے بہت پہلے ایمان لاچکے تھے' فتح مکہ کے بعد انہیں انعامات و اکرام سے نوازا گیا مگر مولفتہ القلوب فنڈ میں سے انہیں دوسرے نووارد ان اسلام صحابہ کی طرح کچھ نہیں دیا گیا۔ وہ سیدنا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح فتح مکہ سے بہت پہلے ایمان لاچکے تھے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ اور انکے ساتھیوں پر اعتراض

بعض شیعہ تاریخ نگاروں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت معاویہ، حضرت زبیر، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس لئے سب و شتم کا نشانہ بنایا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف جنگ کرنے نکلے تھے۔ یہ ہم سابقہ صفحات پر بیان کر آئے ہیں کہ صحابہ کرام کی یہ اجتہادی غلطی قابل مواخذہ نہیں ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اگر دس نیکیوں کے مستحق ہوئے تو یہ خاطی فی الاجتہاد بھی ایک نیکی کے حقدار ہیں۔ ان پر طعن و تشنیع کرنا صرف بغض کی بات ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کوفہ کے شیعوں کی بغاوت کا جواب دیتے ہیں

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی چشم بصیرت عطا فرمائی تھی۔ کوفی شیعہ آپ کو حضرت امیرمعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بھڑکاتے رہتے تھے اور مشورہ دیتے کہ آپ ان کے خلاف جنگ کریں۔ مگر آپ نے فرمایا کوفہ والو! میں تمہیں جانتا ہوں، تم نے اس شخص سے وفا نہ کی جو مجھ سے کہیں بہتر تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے والد محترم کے ساتھ تم نے کیا سلوک کیا تھا۔ آج میں تمہاری باتوں پر اعتبار کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ (جلاء العیون، صفحہ ۳۱۲)

کوفی شیعوں نے محسوس کیا کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ کی بجائے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنا چاہتے ہیں اور منصب خلافت سے بھی دستبردار ہو کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے معاہدہ کرنا چاہتے ہیں تو تمام کے تمام حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ کے گھر کا سارا سامان، مال و متاع لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ آپ جس

جائے نماز پر نماز ادا کر رہے تھے وہ بھی کھینچ لی اور کندھے سے چادر بھی اتار لی۔ آپ کی لونڈیوں کے پاؤں سے خلخال تک اتروا لئے۔ ان حالات میں آپ کوفہ کو چھوڑ کر مدائین چلے گئے۔ یہاں بھی ان بے ادب شیعوں کا ٹولہ آپہنچا اور آپ کے خلاف لوگوں کو اکسانے لگا۔ ایک بدبخت آگے بڑھا اور آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی جس پر آپ سوار تھے۔ دوسرے نے آپ کی ران پر خنجر کا ایک وار کیا جس سے آپ زخمی ہو گئے۔

مختار ثقفی کون تھا؟

ان حالات میں آپ نے مدائین کے گورنر سعد بن مسعود ثقفی کے گھر پناہ لی۔ یہ سعد مختار ثقفی کا چچا تھا۔ یہ وہی مختار ثقفی ہے جسے شیعہ اپنا امام مانتے ہیں اور حضرت امیر مختار کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ اس شخص پر حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی کذب بیانیوں اور دعویٰ نبوت کے پیش نظر لعنت بھیجی تھی۔ اسے باقر مجلسی نے جہنمی قرار دیا تھا۔ مگر اسے اتنی رعایت دی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفارش کر کے اسے بچا لیں گے کیونکہ اس نے "السلام علیک اے ذلیل کنندہ مومناں" کہا تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی ہے اور اس پیشین گوئی کی روشنی میں کی ہے جسے میرے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی تھی۔

"جلاء العیون" کے صفحہ ۳۲۴ پر کلینی نے بہ سند امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنا امت رسول میں ایک بہترین زمانہ تھا۔ جب امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تو بہت سے شیعہ اظہار تاسف اور

حسرت کرنے لگے اور چاہتے تھے کہ جنگ ہو۔ چنانچہ اس صلح کے دو سال بعد سلیمان بن صرر خزاعی نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ نے معاویہ سے صلح کر لی ہے حالانکہ ہمارے پاس کوفہ کے چالیس ہزار لشکری موجود ہیں اور یہ سارے بڑے جنگجو اور مردان کارزار ہیں۔ وہ سارے آپ کے تابعدار تھے۔ آپ سے تنخواہ لیتے تھے مگر آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کا معاہدہ کر کے زیادتی کی۔ اگر آپ نے معاہدہ کرنا ہی تھا تو اسلامی سلطنت کو دو حصوں میں تقسیم کرتے' ایک کے آپ مختار ہوتے اور دوسرے حصہ پر معاویہ رضی اللہ عنہ حکمران ہوتے۔ مگر آپ نے ساری سلطنت اسلامیہ ان کے حوالے کر دی جس سے لوگوں کو اطلاع نہیں ہو سکی۔ آج بھی اگر آپ چاہیں تو حالات کا رخ بدل سکتا ہے اور اس معاہدے کو توڑ دیں کیونکہ جنگ میں ہر حیلہ روا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا جن حالات پر میری نگاہ ہے تم نہیں جانتے۔ میں تو اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند ہوں۔ میں مسلمانوں کی خونریزی نہیں کروانا چاہتا۔ تم بھی اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر راضی ہو جاؤ اور مسلمانوں کی سلامتی کو اپنا مقصد بنا لو۔ جنگ و جدل' فتنہ و فساد امت رسول کے لئے اچھا نہیں۔ ان خیالات سے دستبردار ہو جاؤ۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کے تقیہ باز ساتھی

ان حالات میں ہم دیکھتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کے بڑے بڑے مضبوط لوگ بھی تقیہ باز تھے۔ آپ ان لوگوں کی فطرت سے واقف تھے اور آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی پر عمل پیرا ہوئے۔ ("تواضح التواریخ" صفحہ ۵۵) حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو آپس میں خون بہانے کے بجائے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح

کرلی تھی۔ سلیمان کو یہ اختلاف تھا کہ آپ نے معاہدہ میں یہ کیوں نہیں لکھوایا کہ معاویہ کے بعد آپ خلیفہ ہوں گے۔ آپ نے تو دستبراری کا اعلان کر دیا ہے اور کیا یہ کام مسلمانوں کے لئے بہتر تھا۔ یہ ہے حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توضیح۔ اب ہم ان شیعوں سے پوچھتے ہیں کہ جس کام کو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھا کہیں اب تم لوگوں کو زیب نہیں دیتا کہ تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہو اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے کو دل سے نہ مانو۔ جس شخص سے حق میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ دستبردار ہوں اس کی خلافت پر اتفاق کریں تم اسے گالیاں دیتے ہو۔ کیا مومن ایسا ہی کرتے ہیں۔ شیعان عراق اس معاملے میں مورد الزام ہیں۔ "نہج البلاغہ" میں ان عراقی شیعوں کی غداریوں کی تفصیل لکھی ہے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دھوکا دیا تھا۔ ایسے لوگوں سے ہی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ اگر شیعوں کے ہاں ذرا بھر بھی انصاف ہو تو یہ عراقی شیعوں کو لعن طعن کریں، کوفی شیعوں کو برا بھلا کہیں۔ جنہوں نے ہمیشہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر آگے چل کر حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غداری کی تھی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے حسن سلوک

صلح کے معاہدے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت اچھا سلوک کیا۔ مدینہ منورہ میں ان کے آرام کا خیال رکھا۔ ہر طرح کی آسائش بہم پہنچائی۔ کوفہ، بصرہ اور عراق کے علاقوں میں جتنا مال تھا وہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کر

دیا۔ آپ پر جتنا قرض تھا وہ سب ادا کر دیا۔ ایک لاکھ درہم سالانہ وظیفہ دینا شروع کر دیا۔ ایک سال وظیفہ دینے میں تاخیر ہوئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لاکھ کے بجائے پانچ لاکھ درہم ادا کیے۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے سارے اشراف مدینہ کو جمع کیا اور پانچ ہزار سے لے کر پانچ لاکھ درہم تک ان میں تقسیم کر دیا اور ہر ایک کو حسب مراتب انعام دیا۔ جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاملہ آیا۔ تو آپ کو اتنا روپیہ دیا جتنا سارے شہر کے اشراف کو دیا تھا۔ (یہ تفصیل طبری اور جلاء العیون میں موجود ہے) ایک بار حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ دمشق تشریف لے گئے اتفاق سے فتوحات سے بہت سامان آیا۔ آپ نے سارا مال حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا۔

امیر معاویہ کے وظیفہ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سخاوتیں

شیعوں کی مشہور کتاب "جلاء العیون" میں ملا باقر مجلسی نے علیحدہ علیحدہ مقامات پر امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سخاوت اور دریا دلی کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کی فیاضی کے واقعات لکھے ہیں۔ ان تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں شہزادگان لوگوں کو انعام و اکرام سے نوازا کرتے تھے۔ ایک ایک سائل کو لاکھوں درہم' ہزاروں دینار اور مال مویشی عطا فرما دیا کرتے تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں حضرات کے پاس تو نہ مال تھا' نہ مال غنیمت' یہ دولت ان کے پاس کہاں سے آئی تھی۔ اس کا جواب یہی ہے' اس سخی اور بااقتدار شخص کی فیاضیوں اور خدمات کا ثمرہ تھا جسے آج شیعہ ان دونوں شہزادوں کا دشمن تصور کرتے ہیں۔ اس شخص کا نام معاویہ رضی اللہ عنہ ہے جس نے ان دونوں کو مالامال کر دیا تھا۔ یہ ہیں وہ معاویہ رضی اللہ عنہ جنہیں آج شیعہ حضرات گالیاں

دیتے ہیں۔

ایک ایسا وقت آیا کہ حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم مقروض ہو گئے۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا فکر نہ کرو۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جونہی روپیہ آئے گا سب سے پہلے ہمیں بھیجیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ اتنا مال تھا کہ تینوں نے اپنا قرض ادا کیا اور خود بھی سکون سے رہنے لگے۔ اس وظیفہ سے سارے اہل بیت کی کفالت ہونے لگی۔ بلکہ تمام شیعہ بھی اس وظیفہ سے حصہ لیتے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ناز برداری

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مالی حالت نہایت ہی خراب تھی۔ آپ اپنے بھائی کے بعد بے یار و مددگار دکھائی دیتے تھے۔ والدین کا سایہ پہلے ہی اٹھ چکا تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازو تھے وہ فوت ہو چکے تھے۔ ان حالات میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو درشت الفاظ میں خط لکھا کرتے تھے، مگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ درگزر کرتے، برداشت کرتے، احترام کرتے۔

"ناسخ التواریخ" کی جلد ششم کے صفحہ ۷۸ پر لکھا ہوا ہے "بالجملہ سخنے کہ بر امام حسین ناگوار باشد بر حسین علیہ السلام تحریر نکرد" جو لفظ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ناگوار ہوتا تو آپ نہیں لکھا کرتے تھے" اس تاریخ میں لکھا ہے کہ مقرر داشت کہ ہر سال ہزارہا ہزار درہم از بیت المال بہ حضرت اور برندو بروں زاید مبلغ ہموارہ خدمتش را۔ معروض و جواہر تکاثرہ متواتر می داشت" حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا معمول تھا ہر سال ہزاروں درہم بیت المال سے لے کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیتے تھے۔ اس کے علاوہ بیش

بہا تحفے اور ہدایا بھیجا کرتے تھے۔"

اسی شیعہ تاریخ " ناسخ التواریخ " میں لکھا ہے کہ ایک بار یمن کا خراج دمشق کو جا رہا تھا۔ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام نقد و اجناس، عنبر و خوشبو وغیرہ ضبط کر لئے اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع دے دی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا " آپ نے یمن کا سارا خراج اونٹوں کا قافلہ، مال و متاع ضبط کر لیا ہے مجھے اس کا افسوس نہیں ہے۔ لیکن یہ سارا مال دارالخلافہ دمشق میں آنے دیتے تو میں اس سے بھی زیادہ آپ کی خدمت میں بھیجنے والا تھا۔ جب تک میں زندہ ہوں آپ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہو گی۔ میں آپ کے اس اقدام کو نظرانداز کرتا ہوں۔"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یزید کو وصیت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہر طرح سے خیال رکھا۔ جب آپ کی موت کا وقت قریب آیا تو یزید کو بلا کر وصیت کی کہ بیٹا! مجھے معلوم ہے کہ عراق والے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پاس بلائیں گے، ان کی مدد بھی کریں گے، مگر بعد میں انہیں تنہا چھوڑ دیں گے اور ان سے بے وفائی کریں گے۔ اگر حالات پر قابو پاسکو تو یاد رکھو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقوق کی عزت کرنا۔ ان کے اعزاز میں فرق نہ آنے دینا۔ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لخت جگر ہیں۔ نہایت قربت کے مالک ہیں۔ ان کے افعال کو درگزر کرنا۔ کسی بات پر مواخذہ نہ کرنا اور میرے ساتھ ان کے جو موجودہ روابط ہیں انہیں توڑنے کی کوشش نہ کرنا۔ خبردار! انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔

یہ وصیت "جلاء العیون" کی صفحہ ۴۲۱ - ۴۲۲ میں موجود ہے۔ ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ جن دنوں ولید بن عقبہ مدینہ کا حاکم تھا، کسی زمین کے ٹکڑے کے متعلق جھگڑا ہو گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غصہ میں آ کر اس حاکم کی پگڑی اتاری اور اس کے گلے میں ڈال دی اور اسے گھسیٹ کر زمین پر دے مارا۔ مدینہ کے عام لوگ یہ سارا واقعہ دیکھ رہے تھے۔ مروان سے نہ رہا گیا، وہ اٹھ کر چھڑانے لگا، مگر ولید بن عقبہ نے کہا نہیں نہیں یہ حسین رضی اللہ عنہ ہیں، یہ جگر گوشہ رسول ہیں، ان کی طرف کوئی ہاتھ نہ اٹھائے گا، کوئی انتقامی کاروائی نہیں ہو گی۔ مجھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی حکم دیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہر بات برداشت کرو۔

مدینہ کے گورنر کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام خط

شیعوں کی مشہور کتاب "جلاء العیون" کے صفحہ ۳۲۹ میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رپورٹ کی کہ مجھے عمرو بن عثمان نے بتایا ہے کہ عراق اور حجاز کے اکثر گروہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے ہیں اور انہیں خلافت پر قبضہ کرنے کے لئے اکساتے رہتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ فتنہ طوفان بن کر آپ کی حکومت کو تہہ و بالا نہ کر دے۔ آپ مجھے حکم فرمائیں کہ مجھے ایسے حالات میں کیا کرنا چاہئے؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان کو لکھا میں نے

تمہاری رپورٹ پڑھ لی ہے۔ میں اس کے مندرجات سے واقف ہوا ہوں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت نہایت قابل احترام ہے۔ تم ان کے معاملات میں دخل نہ دینا اور ان کے پاس آنے جانے والوں پر بھی پابندی نہ لگانا۔ جب تک عراق اور حجاز کے لوگ میری بیعت سے بغاوت نہیں کرتے اس وقت تک ان سے تعارض نہ کیا جائے۔

ہمارے لاہور کے شیعوں کے معتمد علامہ حایری صاحب اس معاملہ میں لوگوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے "جلاء العیون" میں یہ خط ضرور پڑھا ہو گا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے رویہ کو نوٹ بھی کیا ہو گا۔ اس دوران حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط براہ راست لکھا تھا جس میں واضح کیا گیا تھا کہ آپ کے کئی امور پر مجھے اطلاع ملی ہے' اگر وہ سچ ہیں تو مہربانی فرما کر ان سے احتراز فرمائیں اور انہیں چھوڑ دیں۔ آپ نے میری وفاداری اور تعاون کے لئے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا ہے۔ آپ اس عہد و پیمان کی پابندی کریں اور جو کچھ میں سن رہا ہوں اگر یہ جھوٹ ہے تو آپ بالکل پرواہ نہ کریں اور امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یکجا کرنے کی کوششیں جاری رکھیں تاکہ لوگ منتشر ہو کر فتنہ کا شکار نہ ہو جائیں۔ آپ عراق' کوفہ اور دیگر ممالک کے لوگوں کو اچھی طرح جانتے ہیں اور ان کی فطرت سے بھی خوب واقف ہیں۔ آپ انہیں دیکھ چکے ہیں کہ انہوں نے آپ کے والد مکرم اور برادر محترم کے ساتھ کیا سلوک کیا' آپ ان لوگوں کی باتوں میں نہ آئیں۔ اپنے نانا کی امت پر رحم فرمائیں' ان فتنہ بازوں کو اپنی مجلس سے دور رکھیں اور ان سے دوبارہ دھوکہ نہ کھائیں۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ آپ درباری خوشامدیوں کی باتوں میں نہ آیئے۔ میں نہ انتشار امت کا حامی ہوں اور نہ آپ سے جنگ و جدل کرنا چاہتا ہوں اور نہ ہی میں آپ کا مخالف ہوں۔

اس خط و کتابت سے معلوم ہوا کہ نہ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف تھے اور نہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مخالف تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو بیعت وفاداری اور تعاون کا وعدہ کیا تھا اس پر آپ تادم آخر پابند رہے تھے۔ یہ عمل شیعوں کی عادت پر تقیہ نہیں تھا بلکہ برملا تعاون تھا۔ آج کے شیعہ حضرات کی عادت ہے کہ پہلے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو اصحاب ثلاثہ کی مخالفت کا الزام دے کر انہیں تقیہ قرار دیتے ہیں پھر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعاون کو تقیہ کہہ کر شیروں کو گیدڑ کہتے رہتے ہیں۔ یہ عبارت شیعوں کی ایک اور کتاب "دعوت الحشار" میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

ہم کہتے ہیں اگر ان پاک باز انسانوں کے ہاں تقیہ جائز ہوتا تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کے زمانہ میں تقیہ کر کے اپنی اور اپنے اہل خانہ کی جان بچا لیتے۔

مؤلف کتاب کی ایک گذارش

ہم سابقہ صفحات پر شیعوں کے لایعنی اعتراضات کا جواب دے چکے ہیں۔ خصوصاً "شمس التواریخ" کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں پر گفتگو کی ہے۔ اہل

حق تو صحیح نتیجہ پر پہنچیں گے مگر بغض و عداوت سے بھرے ہوئے سیاہ دلوں کو کون راہ راست پر لائے گا۔

اندریں حالات ہم ان نیک سیرت اور نیک سوچ رکھنے والے حضرات سے گذارش کریں گے کہ وہ ان بدباطن لوگوں کے اعتراضات کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے صحابہ رسول ﷺ سے محبت کا رشتہ قائم رکھیں اور ان شیعوں کی گمراہ کن عبارات کو خاطر میں نہ لائیں۔

مسائلِ علمِ غیب ○ اِستمداد ○ تصرّفِ اولیاءُ اللہ پر

ایک لاجواب کِتاب

الامتیاز

بین

الحقیقت والمجاز

مؤلفہ

فاضلِ جلیل حضرت مولانا مولوی مُحمّد نبی بخش حلوائی صاحبِ تفسیرِ نبوی رحمہ اللہ

مکتبۂ نبویہ گنج بخش روڈ ○ لاہور

شِفاءُ القُلوب

تالیف لطیف :-

حضرت مولانا مولوی محمد نبی بخش حلوائی نقشبندی مجددی قدس سرہٗ

مؤلف

تفسیر نبوی پنجابی)

ترجمہ وحواشی

پیرزادہ اقبال احمد صاحب فاروقی۔ ایم۔ اے

مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور

تفسیرِ نبوی

مولفہ

فاضلِ اجل عارفِ کامل حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ لاہور

شفاء شریف

شفاء شریف ایک ایسی کتاب ہے جس کے مطالعہ سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور دل و دماغ محبتِ رسول کی روشنی سے جگمگا اُٹھتے ہیں۔ اس کتاب سے عالمِ اسلام کے نامور اہلِ علم و فضل نے استفادہ کیا۔ امام نووی، امام عینی، امام عسقلانی جیسے ائمہ احادیث شفاء شریف کے حوالے نقل کر کے اپنی تصانیف کو گرانقدر بناتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔ آپ کو اس کتاب کی وجہ سے حضور کی مجالس میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ دنیائے اسلام کے جید علماء کرام نے اس کتاب کی شرحیں لکھیں اور بے شمار تعلیقات لکھ کر نسبتِ محبت کی سند حاصل کی۔ اس کتاب کے سینکڑوں ایڈیشن چھپ کر دنیائے اسلام میں پھیلے۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری اور علامہ محمد اطہر نعیمی خطیب کراچی نے کیا ہے۔

صاحبِ کتاب الشفاء

حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن اہلِ قلم عشاق میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے آپ کی سیرتِ طیبہ پر نہایت بلند پایہ کتابیں لکھیں۔ آپ ۴۷۶ھ/۱۰۸۳ء میں اُندلس میں پیدا ہوئے اور فاس کے ایک قصبہ سبتہ میں پرورش پائی۔ آپ حافظ الحدیث قاضی ابو علی غسانی صدفی کے شاگردِ خاص تھے مگر اُندلس کے بلند پایہ علماء سے استفادہ کیا۔ قرطبہ کی یونیورسٹی سے علمی اعزاز حاصل کیا۔ غرناطہ میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے منصب پر فائز رہے۔ ہزاروں شاگرد آپ کے دسترخوانِ علم سے مستفیض ہوئے۔ اگرچہ دنیائے علم میں آپ کی تصانیف ستاروں کی طرح روشن ہیں مگر آپ کی کتاب "الشفاء بہ تعریف حقوق المصطفٰی" دنیائے اسلام میں بڑی مقبول و مطبوع ہوئی۔ آپ ۵۴۴ھ/۱۱۴۹ء میں فوت ہوئے۔ مزارِ پُر انوار مراکش میں ہے۔

مکمل سیٹ /330 روپے

مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ لاہور